S. No. 6 ISSN : 2394-5567

سہ ماہی ادبی جریدہ

دبیر

جلد:سوم شمارہ:اول

جنوری تا مارچ ۲۰۱۶ء

مدیر

احمد نوید یاسر 'ازلان حیدر'

از: دبیر حسن میموریل لائبریری، کاکوری، لکھنؤ

DABEER

January To March-2016

S. No. 6

ISSN : 2394-5567 S. No. 6

DABEER

(An International Peer Reviewed Refereed Quarterly Literary Research Journal)

Volume : 3 Issue No. : 1

January To March-2016

Editor

Ahmad Naved Yasir 'Azlan Hyder'

Address

DABEER HASAN MEMORIAL LIBERARY

12, Choudhri Mohalla, Kakori, Lucknow-226101

Mob. No. 09410478973, email: dabeerpersian@rediffmail.com

ISSN:- 2394-5567

صوفیاء کی زمین کاکوری سے فارسی ادب کا ترجمان......

سہ ماہی ادبی جریدہ۔

دبیر

جلد۔۳ شمارہ۔۱

جنوری تا مارچ ۲۰۱۶ء

☆ایڈیٹر☆

احمد نوید یاسر ازلان حیدر

Mob. no. 09410478973

☆مراسلت کا پتہ☆

دبیر حسن میموریل لائبریری

۱۲۔چودھری محلّہ (جنوبی)، کاکوری، لکھنؤ۔۲۲۶۱۰۱

dabeerpersian@rediffmail.com

☆ مقالہ نگاروں سے گزارش:۔ حواشی مقالہ کے آخر میں لکھیں، مآخذ کے حوالہ جات اس ترتیب میں ہوں:۔ مصنف یا مولف، کتاب کا نام جلد، مقام اشاعت، سن اشاعت، صفحہ نمبر۔

اپنے مقالے اردو ان پیج، یا ایم ایس ورڈ کی فائل میں ہمارے برقی پتے پر ارسال کریں۔

☆سرپرست☆ **پروفیسر عمر کمال الدین کاکوروی**، صدر شعبۂ فارسی، لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ

☆نگران اعلی☆، **ڈاکٹر سید محمد اصغر عابدی**، شعبۂ فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

☆نگراں☆، **ڈاکٹر انجمن صدیقی** (لکھنؤ)

☆مجلس ادارت☆

پروفیسر سید حسن عباس، شعبۂ فارسی، بی ایچ یو، وارانسی

پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید، شعبۂ فارسی، اے ایم یو علی گڑھ

پروفیسر علیم اشرف خان، شعبۂ فارسی، ڈی یو، دہلی

ڈاکٹر شاہد نوخیز اعظمی، شعبۂ فارسی، مانو، حیدرآباد

ڈاکٹر محمد عقیل، شعبہ فارسی، بی ایچ یو، وارانسی

محمد قمر عالم، شعبۂ فارسی، اے ایم یو، علی گڑھ

ذوالنورین حیدر علوی، **مدیر شش ماہی ''تصفیہ''** کاکوری، لکھنؤ

سید نقی عباس کیفی، **مدیر سہ ماہی ''نقد و تحقیق''** دہلی

ارمان احمد، **مدیر سہ ماہی ''عرفان''** چھپرا، بہار

☆معاون مدیران☆

محمد توصیف خان کاکر۔ فارسی، اے ایم یو، علی گڑھ

عاطفہ جمال، فارسی، لکھنؤ

مناظر حق بدایونی، فارسی، اے ایم یو، علی گڑھ

محمد حسن، تعلیم، اے ایم یو، علی گڑھ

محمد انس، تاریخ، اے ایم یو، علی گڑھ

سارم عباس، فلسفہ، اے ایم یو، علی گڑھ

اشرف علی، ہندی، اے ایم یو، علی گڑھ

راجیش سرکار، سنسکرت، بی ایچ یو، وارانسی

محمد جعفر، فارسی، جے این یو، دہلی

سعدالدین، فارسی، اے ایم یو، علی گڑھ

☆ریویو کمیٹی☆

پروفیسر آذرمی دخت صفوی،

ڈائرکٹر، مرکز تحقیقات فارسی، علی گڑھ

پروفیسر شریف حسین قاسمی،

سابق ڈین فیکلٹی آف آرٹس دہلی یونیورسٹی، دہلی

پروفیسر محمد اقبال شاہد، ڈین فیکلٹی آف لینگوجیز اسلامک واورینٹل لرننگ، جی سی یو، لاہور، پاکستان

پروفیسر ابوموسیٰ محمد عارف باللہ،

ڈایریکٹر البیرونی فاؤنڈیشن، ڈھاکہ، بنگلہ دیش

پروفیسر عبدالقادر جعفری، صدر شعبۂ عربی و فارسی، الہ آباد یونیورسٹی

ڈاکٹر نجم الرشید، شعبۂ فارسی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

☆مجلس مشاورت☆

پروفیسر مسعود انور علوی، شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

پروفیسر عراق رضا زیدی، صدر شعبۂ فارسی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی

پروفیسر طاہرہ وحید عباسی، شعبۂ فارسی، برکت اللہ یونیورسٹی، بھوپال

پروفیسر محمد مظہر آصف، شعبۂ فارسی، گوہاٹی یونیورسٹی، آسام

پروفیسر عزیز بانو، صدر شعبۂ فارسی، مانو، حیدرآباد

پروفیسر وجیہ الدین، شعبہ عربی و فارسی، بڑودا یونیورسٹی، بڑودا، گجرات

احمد علی، کیپر (مینسکرٹ)، سالار جنگ میوزیم، حیدرآباد، تلنگانہ

ڈاکٹر عطا خورشید، مولانا آزاد لائبریری، اے ایم یو، علی گڑھ

ڈاکٹر مظہر عالم صدیقی، یوسف اسلام کالج، جوگیشوری، ممبئ

ڈاکٹر محمد شعائر اللہ خاں وجیہی قادری رامپوری، مسٹن گنج، رامپور

ڈاکٹر عابد حسین، صدر شعبۂ فارسی، پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ

ڈاکٹر اخلاق احمد، شعبۂ فارسی، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، دہلی

ڈاکٹر سیدہ عصمت جہان، مانو، حیدرآباد

ڈاکٹر رضوان اللہ آروی، شعبۂ فارسی، ایچ ڈی جین کالج، آرہ، بھوج پور

سید عادل احمد، محکمہ آثار قدیمہ، حیدرآباد، تلنگانہ

فہرست مندرجات

	عنوان	مقالہ نگار	صفحہ
ا۔	اداریہ	ازلان حیدر	۴
☆	**مقالات**		
۲۔	مجالس المومنین میں نامور علماء کے احوال وآثار	زہرہ فاروقی	۸
۳۔	فتح الکنوز: ایک جائزہ	شاہ شبیہ انور علوی	۱۴
۴۔	فارسی اور اردو غزل میں پیکر تراشی	آزاد حسین	۲۰
۵۔	سترہویں صدی میں بہار میں فارسی شاعری۔۔۔۔	محمد ضیاء الحق	۲۵
۶۔	مخدوم شاہ طیب بنارسی احوال وآثار	ارمان احمد	۳۲
☆	**میراث خطی**		
۷۔	غالب انسٹیٹیوٹ...... میں دیوان مخفی کے قلمی نسخے کا تعارف	سید کلیم اصغر	۳۸
☆	**دکنیات**		
۹۔	سید اقبال احمد اقبال	سید الیاس احمد مدنی	۴۴
☆	**آئینۂ تحقیق**		
۱۰۔	پایان نامہائے شعبۂ فارسی، جے این یو، نئی دہلی	وسیم راجا بٹ	۴۷
☆	**چشم بینش**		
۱۱۔	مثنوی گوئی بہ عہد اورنگ زیب: ایک تعارف	احمد نوید یاسر ازلان حیدر	۶۹

English Articles:

1. A recent treasure troves of Vijyanagar coins at Garlabyyaram, Khammam District: A Study — B. Mallu Naik — 3
2. Modern Persian Short Stories: Development & Evolution — Sarfaraz A. Khan — 6
3. SAMA: A Musical contribution of Khusrow in dedication to Nizamauddin Aulia Chishti............ — Mousumi Roy — 13

اداریہ

انسانی زندگی میں بہت سے ایسے حالات رونما ہوتے ہیں جب اس کے لئے یہ سمجھنا بہت ہی دقت طلب ہوتا ہے کہ کیا کیا جائے آج ایسا ہی پیچیدہ مسلہ ہمارے درپیش ہے۔ ہمارے لئے جہاں ایک طرف یہ نہایت خوشی کا مقام ہے کہ ہماری تمام تر کوتاہیوں کے باوجود یہ جریدہ ''دبیر'' اپنی نہ کہ صرف دوسری جلد مکمل کر چکا ہے بلکہ خاصہ مقبول بھی ہو چکا ہے وہیں دوسری طرف چند روز قبل کا ایک سانحہ بھی یاد ہے جب ہماری استاد پروفیسر شمیم اختر صاحبہ کے انتقال پر ملال کی خبر ملی ہماری ان سے دلی دلی رغبت کی سب سے بڑی وجہ یہ رہی اولین مرتبہ فارسی کا درس انہوں نے ہی دیا اور نہ کہ صرف درس دینے میں بلکہ عملی زندگی میں بھی انہوں نے ہمیشہ گرانقدر آراء سے نوازا۔ مرحومہ طبقہ فارسی زبان وادب میں کسی تعریف و تعرف کی محتاج نہیں ان کی کئی گران مایہ تخلیقات شائع ہوکر قارئین کی داد وتحسین مرحومہ کی زندگی میں ہی حاصل کر چکی تھیں اور ۲۰۱۵ء میں انہیں ان کی ادبی خدمات کے عوض صدر جمہوریہ اعزاز سے بھی نوازا جا چکا تھا۔ ان کی شخصیت کی صفات گنوانے کے لئے نہ آج دماغ میں کوئی خیال آپا رہا ہے اور نہ ہی قلم آگے بڑھنے کی سکت دکھا پا رہا۔ بس دل سے یہی دعا نکل رہی ہے کہ اللہ رب العزت انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے (آمین)۔

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

''دبیر'' کی دوسری جلد کے چاروں شماروں میں جن اہل قلم کی تخلیقات شامل ہوئی میں ان تمام کا شکر گزار ہوں اور ان سے آئندہ بھی ہمارے اس جریدہ کے لئے اپنی نگارشات ارسال کرنے کی گزارش کرتا ہوں، چونکہ یہ تیسری جلد کا پہلا شمارہ ہے لہٰذا ہمارا خیال ہے کہ جن قارئین تک پچھلے شمارے کسی وجہ سے نہیں پہنچ سکے ان تک کم از کم دبیر کی مشمولات کی فہرست پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ اسی لئے ہم ذیل میں ''دبیر'' کے ہر شمارے کی مشمولات کی فہرست درج کر رہے ہیں:

دبیر جلد اول۔ شمارہ اول۔ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۴ء

۱۔	اداریہ / مدیر	صفحہ ۴ پر
۲۔	عہد اورنگ کا تاریخی پس منظر / ڈاکٹر سید محمد اصغر عابدی	صفحہ ۵ تا ۱۸
۳۔	روہیل کھنڈ کے ایک مہاجر صوفی اور ان کی تصانیف / پروفیسر عمر کمال الدین کاکوروی	صفحہ ۱۹ تا ۲۶
۴۔	دکنی شاعری کی ماہ تمام۔ چندا بائی ماہ لقا / ڈاکٹر شاہد نوخیز اعظمی	صفحہ ۲۷ تا ۳۵
۵۔	مولانا جلال الدین رومی / ڈاکٹر محمد قمر عالم	صفحہ ۳۶ تا ۴۰
۶۔	اقبال کی فارسی شاعری / سعد الدین	صفحہ ۴۱ تا ۴۳
۷۔	علامہ اقبال / مناظر حق	صفحہ ۴۴ تا ۴۶

۸۔ اقبال کا تصورِ عشق / نشاط فاطمہ — صفحہ۴۷ تا ۴۸

دبیر جلد دوم۔ شمارہ اول۔ جنوری تا مارچ ۲۰۱۵ء

۱۔ اداریہ / مدیر — صفحہ ۵

۲۔ کاکوری نامہ / عمر کمال الدین کاکوروی (پروفیسر) — صفحہ ۶ تا ۷

۳۔ دہلی امیر خسرو کے کلام کی روشنی میں / عبدالقادر جعفری (پروفیسر) — صفحہ ۸ تا ۱۳

۴۔ علی ابراہیم خاں خلیل اور ان کی تذکرہ نویسی / شمیم اختر (پروفیسر) — صفحہ ۱۴ تا ۱۸

۵۔ غالب کے ایک معاصر امیر حسن خاں بسمل کاکوروری / مسعود انور علوی (پروفیسر) — صفحہ ۱۹ تا ۲۴

۶۔ مولانا روم اور ان کے کلام سے متعلق تاریخ گوئی / عراق رضا زیدی (پروفیسر) — صفحہ ۲۵ تا ۳۶

۷۔ فارسی زبان کی ہمہ گیر مقبولیت / طاہرہ وحید عباسی (پروفیسر) — صفحہ ۳۷ تا ۳۹

۸۔ رسواہری پوری کی فارسی غزلیات میں جمالیاتی حس / عبدالکریم — صفحہ ۴۰ تا ۴۷

۹۔ شیخ محمد ارشد جونپوری: شخصیت و شاعری / ارمان احمد — صفحہ ۴۸ تا ۵۰

۱۰۔ بیداری ایران و بیسویں صدی کا جدید فارسی ادب / سعدیہ جعفری — صفحہ ۵۱ تا ۵۳

۱۱۔ فارسی مثنوی نگاری از عہد خلجیان تا عہد اورنگ زیب / محمد توصیف خان کاکر — صفحہ ۵۴ تا ۶۱

۱۲۔ جنوبی ہند کی قطب شاہی سلطنت / سید عادل احمد ﴿دکنیات﴾ — صفحہ ۶۲ تا ۶۷

۱۳۔ پایان نامہائے شعبۂ فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی / محمد ضیاء الحق ﴿آئینۂ تحقیق﴾ — صفحہ ۶۸ تا ۷۵

۱۴۔ گلستان کا نسخۂ سالار جنگ / احمد نوید یاسر ازلان حیدر ﴿میراث خطی﴾ — صفحہ ۷۶ تا ۷۸

۱۵۔ تبصرے / مناظر حق۔ محمد توصیف خان کاکر ﴿چشم بینش﴾ — صفحہ ۷۹ تا ۸۰

دبیر جلد دوم۔ شمارہ دوم۔ اپریل تا جون۔ ۲۰۱۵ء

۱۔ اداریہ / مدیر — صفحہ ۴

۲۔ فردوسی طوسی اور اس کا آفاقی شاہکار شاہنامہ / عارف نوشاہی (پروفیسر) — صفحہ ۵ تا ۷

۳۔ خط کا سفر / محمد عقیل (ڈاکٹر) — صفحہ ۸ تا ۱۵

۴۔ تذکرہ نکات الشعراء: ایک جائزہ / رعنا خورشید (ڈاکٹر) — صفحہ ۱۶ تا ۲۰

۵۔ شاعر مست الست: رضوان سعید / فخر عالم اعظمی (ڈاکٹر) — صفحہ ۲۱ تا ۲۵

۶۔ اودھ کا ایک فارسی شاعر: مظفر علی اسیرؔ / انجمن بانو صدیقی (ڈاکٹر) — صفحہ ۲۶ تا ۲۹

۷۔ فرہنگ مشترک ہند کا علم بردار: داراشکوہ / محمد قمر عالم (ڈاکٹر) — صفحہ ۳۰ تا ۳۶

۸۔ فوائد الفوائد / حافظ شبیب انور علوی (ڈاکٹر) — صفحہ ۳۷ تا ۴۴

۹۔ میرزا اکمل الدین حیات اور کارنامے / سرفراز احمد — صفحہ ۴۵ تا ۵۱

۱۰۔ میر واحد بلگرامی اور تصوف / محمد عمر — صفحہ ۵۲ تا ۵۶

۱۱۔ ناصر علی سرہندی اور ان کا کلام / ناظرہ اسحٰق — صفحہ ۵۷ تا ۵۸

۱۲۔ حضرت محمد رشید مصطفی عثمانی اور ان کی شاعری / ارمان احمد — صفحہ ۵۹ تا ۶۳

۱۳۔ خلاصۃ التواریخ کے خطی نسخے / محمد ارشاد عالم (ڈاکٹر) ﴿میراث خطی﴾ — صفحہ ۶۴ تا ۶۷

۱۴۔ ہندوستان میں ذخیرۃ الملوک کے اہم خطی نسخے/ محمد ریاض　　صفحہ۶۸ تا۷۴

۱۵۔ رفتید ولی نہ از دل ما/ سیدہ عصمت جہاں (ڈاکٹر)　　﴿دکنیات﴾　　صفحہ۷۵ تا۷۷

۱۶۔ پایان نامہائے شعبہ فارسی، الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد/ عابدہ خاتون　　﴿آئینۂ تحقیق﴾　　صفحہ۷۸ تا۷۹

۱۷۔ شرح انتخاب قصائد خاقانی/ احمد نوید یاسر ازلان حیدر　　﴿چشم بینش﴾　　صفحہ۸۰

English Articles:

1. A Introduction of Persian Festivals/ Berna Karagozoglu (Dr.)　p4

2. A Critique of Marxism: Ali Shariati/ Sarim Abbas (Dr.)　p15

3. A Glance at Gulchin Maani../ S. Naqi Abbas Kaifi　p19

4. The Story of Nal-Damyanti.../ Rajesh Sarkar　p23

5. Scientific & Technical Exchange Betwwen India & Iran/ Rakesh Vij-p33

6. Jahan e Urdu /Munazir Haque　p37

دبیر جلد دوم۔ شمارسوم۔ جولائی تا ستمبر۔۲۰۱۵ء

اداریہ/ مدیر　　صفحہ۴

۱۔ شیخ حمید الدین ناگوری کی اہم تالیف: اصول الطریقۃ/ علیم اشرف خان (پروفیسر)　　صفحہ۵ تا۱۱

۲۔ چندر بھان برہمن کی شاعری میں تصوف کے رموز و نکات/ شاہد نوخیز اعظمی (ڈاکٹر)　　صفحہ۱۲ تا۱۷

۳۔ سماع اور رقصاں درویش/ افتخار احمد (ڈاکٹر)　　صفحہ۱۸ تا۲۷

۴۔ علامہ شبلی کی فارسی غزل گوئی/ عبداللہ امتیاز خان (ڈاکٹر)　　صفحہ۲۸ تا۳۴

۵۔ میرزا دبیر کی فارسی شاعری/ یاسر عباس غازی　　صفحہ۳۵ تا۴۱

۶۔ مرزا محمد سروش اصفہانی کی فارسی شاعری/ سعد الدین　　صفحہ۴۲ تا۴۷

۷۔ اقبال کی شاعری میں وقت کا تصور/ شیبا قمر (ڈاکٹر)　　صفحہ۴۸ تا۵۲

۸۔ بلگرام میں فارسی ادب کا ایک جائزہ/ مکھن دین　　صفحہ۵۳ تا۵۶

۹۔ دیوان امید کے اہم خطی نسخوں کا تعارف/ نجیبہ اختر　　﴿میراث خطی﴾　　صفحہ۵۷ تا۶۵

۱۰۔ راجہ گوبند بخش ضیائی/ سیدہ عصمت جہاں (ڈاکٹر)　　﴿دکنیات﴾　　صفحہ۶۶ تا۶۸

۱۱۔ پایان نامہائے شعبہ فارسی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی/ سرفراز احمد　　﴿آئینۂ تحقیق﴾　　صفحہ۶۹ تا۷۳

۱۲۔ مضامین درد کاکوروی: ایک تعارف/ ذوالنورین حیدر علوی (ڈاکٹر)　　﴿چشم بینش﴾　　صفحہ۷۴ تا۷۷

۱۳۔ مولانا آزاد بحیثیت شاعر: ایک تعارف/ محمد توصیف خان کاکر　　صفحہ۷۸ تا۸۰

English Articles

1. Adress by Parveen Etesami ....../ Sakina Imtiyaz Khan (Dr.)　p4

2. An Introduction to Iqbal's Secrets......./ Fakhre Alam Azmi (Dr.)　p7

3. Persian Ghazal: An overview/ Mohammad Aquil (Dr.)　p12

4. Environment Ethics in Indian Philosophy and religion/ Amit Kuma p17

5. Life and Works of Sheikh Abul Faiz Faizi.../ Faizan Ahmad p23

6. Wajid Ali Shah and his connection with persian../ Mehshar Kamal p30

7. Egyptian Mummy, in Telangana State Meseum/ Syed Adil Ahmad p38

دبیر جلد دوم۔شمار چہارم۔اکتوبر تا دسمبر۔۲۰۱۵ء

ادار یہ/مدیر صفحہ۴

۱۔ سرورالصدور ونورالبدور/ علیم اشرف خان (پروفیسر) صفحہ۵تا۱۲

۲۔ عرفی شیرازی/سید محمد اصغر عابدی (ڈاکٹر) صفحہ۱۳تا۱۸

۳۔ غبار خاطر: مشعل راہ زیست/ سکینہ امتیاز خان (ڈاکٹر) صفحہ۱۹تا۲۵

۴۔ ہم دلی ہم زبانی سے بہتر ہے/ نکہت فاطمہ (ڈاکٹر) صفحہ۲۶تا۳۲

۵۔ ققنوس کا تجزیاتی مطالعہ/ محمد قیصر (ڈاکٹر) صفحہ۳۳تا۳۶

۶۔ تصوف کیا ہے؟/ محمد افضل (ڈاکٹر) صفحہ۳۷تا۴۱

۷۔ فروغ فرخ زاد اپنے معاصرین میں یکتا شاعرہ/ تحسین بانو صفحہ۴۲تا۴۶

۸۔ مہاراجہ رتن سنگھ زخمی / ناظر حسین صفحہ۴۷تا۵۲

۹۔ افضل الطرایق کے ایک قلمی نسخے کا تعارف/ عزیر عباس (پروفیسر)۔محمد الطاف بٹ ﴿میراث خطی﴾ صفحہ۵۳تا۵۶

۱۰۔ تشریح الحروف: ایک تعارف/ محمد قمر عالم (ڈاکٹر) صفحہ۵۷تا۶۰

۱۱۔ فردوسی دکن: عصامی کی رزمیہ شاعری/ عزیز بانو (پروفیسر) ﴿دکنیات﴾ صفحہ۶۱ تا۶۷

۱۲۔ فہرست پایان نامہائے شعبہ فارسی، دانشگاہ پٹنہ/ عابد حسین (پروفیسر) ﴿آئینۂ تحقیق﴾ صفحہ۶۸ تا۷۱

۱۳۔ شعبہ فارسی: نمل یونیورسٹی (پاکستان) کی تحقیقی خدمات/ حمیرا شہباز (ڈاکٹر) صفحہ۷۲تا۷۸

۱۴۔ عہد بابر و ہمایوں کے نامور ادباء وشعراء: ایک تعارف/ صحام محیط ﴿چشم بینش﴾ صفحہ۷۹تا۸۰

English Articles

1. Mughal Ladies and their Contribution to persian..../ Qaiser Ahmad (Dr.)p4

2. A Brief Survay of Socio-Cultural condition--------/ sk. qutubuddin p9

3. Hamidullah Kashmiri (Hamid)...../ Waseem Raja Butt p23

4. Tarikh-i-Azmi: A book of History and Tazkira/ Munish Kumar p31

5. Role of Syed Ali Hamdani....../ Mumtaz Ahmad p 36

فہرست بالا پیش کرنے کے بعد میں دوبارہ اپنے تمام مقالہ نگاروں کا احسان مند ہوں کہ انہوں نے اپنی گران قدر تخلیقات ہمارے جریدے میں اشاعت کے لئے ارسال کیں اور تمام قارئین کا بھی کہ بنا ان کی محبتوں کے شاید یہ جریدہ آگے ہی نہیں بڑھ سکتا تھا، ان کے ذوق وشوق کے سامنے ہمارا سر تسلیم خم ہے۔ہم اپنے اساتذہ کے بھی ممنون و مشکور ہیں کہ انہوں نے ہر مشکل وقت میں ہماری راہنمائی کی اور آج ان سب کی دعاؤں اور کاوشوں کے سہارے ہم اپنی تیسری جلد کا یہ پہلا شمارہ قارئین کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہو سکے۔

ازلان حیدر

زہرہ فاروقی (ڈاکٹر)
ڈی۔۸/۱۷۸، ابوالفضل انکلیو۔۱، جامعہ نگر، نئی دہلی

مجالس المومنین میں نامور علماء کے احوال و آثار

قاضی سید نوراللہ شوشتری جن کا شمار اکبری عہد کے اکابر علما میں کیا جاتا ہے، بیشمار تصانیف کے حامل ہیں جن کی تعداد کم وبیش سوتک پہنچتی ہے، ان کا اہم ترین تذکرہ مجالس المومنین ہے۔ یہ تذکرہ فارسی زبان میں ہے اور تقریباً بارہ سال کی مدت میں پایۂ تکمیل کو پہنچا، دوسری اہم تصنیفات: کتاب مصائب النواصب، شرح تہذیب المنطق، حاشیہ بر کتاب میبذی، حاشیہ مبسوطہ بر تفسیر بیضاوی، احقاق الحق، حاشیہ بر تہذیب الاصول، حاشیہ بر شرح چغمینی، رسالہ انس التوحید، رسالہ جلالیہ، حاشیہ بر مطول، رسالہ انموذج وغیرہ۔ تذکرہ ریاض الشعرا، تالیف علی قلی خان والہ میں مسطور ہے کہ:

''قاضی نوراللہ شوشتری ازافاضل زمان واعاظم دوران بود طنطنہ دانشش ازقاف رسید وصیت فضلش شرق وغرب رافرو گرفتہ، تصانیف عالیہ اش درعالم مشہور دشرح جلالت شانش درالسنہ جمہور مزکور است۔'' (۱)

قاضی نوراللہ کی پیدائش خوزستان کے مشہور شہر شوشتر جس کا معرب تستر ہے اور جو بصرہ وفارس کے درمیان واقع ہے ۹۵۶ھ میں ہوئی۔ ان کا سلسلہ نسب ۲۳ واسطہ سے حضرت امام زین العابدین تک پہنچتا ہے جیسا کہ تذکرۃ العلماء تالیف سید مہدی بن سید نجف علی رضوی کی عبارت سے واضح ہے:

''سلسلہ نسب شریفش بنابر آنچہ بر پشت نسخ مجالس المومنین مکتوب یافتہ شد بہ ۲۳ واسطہ بحضرت امام زین العابدین علیہ السلام می رسد۔'' (۲)

ان کے آباء واجداد کا شمار اس عہد کے مشاہیر بزرگ میں ہوتا تھا۔ دادا سید نوراللہ ضیاء الدین مرعشی اس عہد کے ارباب تصنیف وتالیف میں معروف شخصیت کے مالک تھے جیسا کہ ان کے احوال کا مکمل تذکرہ شوشتری نے اپنی تصنیف مجالس المومنین میں کیا ہے۔

کتاب مذکور ایک ضخیم تذکرہ ہے جو ان تمام اکابر کا احاطہ کرتا ہے جنھوں نے مذہب امامیہ کے لیے اپنی جانیں قربان کیں، یہ تذکرہ بارہ مجالس پر مشتمل ہے جسکی ہر مجلس حقیقت کے غنچوں اور ظرافت کے پھولوں سے رشک باغ جناں اور غیرت روضۂ رضواں ہے۔ مجالس کی تقسیم الگ الگ طائفوں کی بناء پر کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر اس کی مجلس اول میں معروف شہروں کا مفصل ذکر ہے جن میں بیت اللہ، مدینہ، غدیر خم (۳)، فدک (۴)، کوفہ (۵)، حلّہ (۶)، مشہد نجف (۷)، مشہد (۸)، کربلا، دمشق (۹)، قاہرہ مصر (۱۰)، حلب (۱۱)، حمص (۱۲)، موصل (۱۳)، باب الکرخ (۱۴)،

حویزہ (۱۵)، جزائرخوزستان (۱۶)، شوشتر (۱۷)، بحرین (۱۸)، اوریمن وغیرہ کا بیان بڑی تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔

مجلس دوم مختلف قوموں اور قبائل کے ذکر میں ہے جن میں بنوحنیف، شبام، مزجج، ربعیہ، مضر، ازد، واہل خزاعہ، طے، الضمیر یہ، الناوریہ، عقیر اویہ، بنی شکر، مزرعیہ، معتزلیّہ، بنی کمونہ، بنی مختار، بوہرہ، دیلمیہ اور صدیقہ وغیرہ کا ذکر شامل ہے۔

مجلس سوم صحابۂ کرام کے ذکر میں، چہارم اکابرین وافاضل مومنین کہ جو تابعین کے زمرہ میں آتے ہیں، پنجم بعض اکابر متکلمین وبزرگان مفسرین ومحدثین وفضلای فقہاومجتہدین وتبع تابعین وغیرہ کے احوال میں، ششم مجلس صوفیۂ کبار کے بیان میں، ہفتم فیلسوف کے بارے میں اسی طرح ہشتم شیعی حکمراں، نہم شرفاء، دہم شیعی عہدہ داراں، یازدہم شعرای عرب اور دوازدہمین مجلس مشاہیر شعرای فارسی کے احوال وآثار کے بارے میں ہے۔

ہمارے آج کے اس مقالے کا موضوع بھی انھیں مجالس میں مذکور بعض نامور علماء کے احوال وآثار کا جائزہ پیش کرنا ہے، خاص طور پر اس کی مجلس چہارم وپنجم جو بالعموم علماء نامدار کے ادبی کارناموں کا بحرذخار نظر آتی ہے۔ اس میں ایسے ایسے اکابرین اور افاضل مؤمنین کا ذکر شامل ہے جو خود اپنے آپ میں ایک مکمل تصنیف کا موزوں بن سکتے ہیں، مثال کے طور پر اسماعیل بن الخالق بن ابی میمون بیار، فضل بن یسیار ہندی، برید بن معاویہ عجلی، زرارہ بن اعین الشیبانی کوفی، حمرن اعین شیبانی کوفی، عبدالعزیز بن احمد بن عیسی جلوی خروی، عبدالمومن بن قسم بن قیس بن فہد الصاری کوفی، اسماعیل بن ابی خالد محمد بن مہاجر بن عبید ازدی، حارث بن مغیرہ بصری، رافع بن زیاد شجعی کوفی، ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ ابواسحاق مدنی، عبداللہ بن علی بن ابی شعبہ جلی، محمد بن قیس ابونصر اسدی، محمد بن حسن بن ابی سیارہ روائی، مسمع بن عبدالملک بن سیار، حماد بن عیسی کوفی بصری، ابوصلاح ابراہیم بن نعیم کنانی کوفی، لوح بن شعیب البغدادی، عبدالرحمٰن بن حجاج البجلی الکوفی، محمد بن حکیم، منصور بن حازم، اسحاق بن عمار صیرفی، عبداللہ بن سنان بن ظریف کوفی، حسن بن علی بن فضال کوفی تیمی، ابراہیم بن ابی بلاد، یونس بن عبدالرحمان یقطینی، حسن بن محمد نہاوندی، حسین علی بن موسی ابن بابویہ قمی وغیرہ، لیکن ان میں سے ہر عالم کے علمی وادبی آثار وباقیات کا جائزہ تو یہاں مشکل ہوگا البتہ چند ایک کو بطور نمونہ ازخروارے پیش کیا جاسکتا ہے، مثال کے طور پر:

۱۔محمد بن علی بن حسین بن موسی بن بابویہ قمی: (۱۹)

یہ علی ابن بابویہ کے بیٹے ہیں، کنیت ابوجعفر اور لقب صدوق تھا۔ شیخ طوسی کتاب فہرست میں لکھتے ہیں کہ ابوجعفر بن بابویہ شیخ جلیل حافظ احادیث بصیر (باخبر) بحال رجال، احادیث کے پرکھنے والے تھے، قمی عالموں کے اندر اِن سا صاحب حافظہ اور کثیر العلم پیدا نہیں ہوا۔

محمد بن علی ری کے رہنے والے تھے۔ بغداد بھی گئے لیکن وفات ری میں ہوئی تاریخ وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کتاب مزکور میں ۳۵۵ھ اور ۳۳۱ھ دونوں تاریخیں درج ہیں جو شاید کتابت کی غلطی سے اشتباہ پیدا کرتی ہیں۔ بعض دوسرے تذکروں میں تاریخ وفات ۳۸۱ھ اور تاریخ پیدائش ۳۰۶ھ درج ہے۔

یہ اپنے وقت کے بزرگ علم تھے۔ ری کے شیعی علماء کے التماس پر عمر کا بیشتر حصہ اسی شہر میں گذارا اور دینیات کی تعلیم میں مشغول ہوئے۔ خراسان کے شیعہ بھی آپ کے فتوے کی طرف رجوع کرتے تھے۔ انکی تصنیفات کی تعداد تین سو (۳۰۰) کے قریب بتائی جاتی ہے۔ رجال نجاشی کے حوالے سے مجالس المومنین میں ان کتابوں کی فہرست بھی شامل ہے جن میں سے چند اہم تصنیفات حسب ذیل ہیں:

عائم الامام فی معرفتہ الحلال وحرام، کتاب التوحید، کتاب النبوتہ، کتاب اثبات الوصیتہ برای جناب علیؑ بن طالبؑ، کتاب المعرفہ در فضیلت نبی وامیر المؤمنین والحسنؑ والحسینؑ، کتاب مدینتہ العلم، کتاب التمتع در بیان فقہ، کتاب العوض علی المجالس، کتاب علل الشرائع، کتاب ثواب الاعمال، کتاب فضائل الصلوۃ، کتاب الجمعہ والجماعت، کتاب الزکوۃ، کتاب فضل الصوم، کتاب جامع فضل الکعبہ والحرام، کتاب جامع فرض الحج والعمرہ، کتاب الوصایا، کتاب الوقف، کتاب جامع زیارت الرضاء، کتاب المصابیح، کتاب الناسخ والمنسوخ وکتاب تفسیر القرآن وغیرہ۔

۲-رئیس المحدثین شیخ حافظ محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی (۲۰)

محمد بن یعقوب، معروف شیعہ عالم ابراہیم غلاف کلینی رازی کے بھانجے اور اپنے زمانے کے شیخ ورئیس ری تھے۔ تمام عمر شہر ری میں گزار کر ۳۲۸ھ میں بمقام بغداد وفات پائی۔ محمد بن جعفر حسینی جو سادات بغداد سے تھے، ان کی نماز جنازہ ادا کرائی، باب الکوفہ کے در بصرہ میں تدفین ہوئی۔ فن حدیث میں کتاب جامع کافی بیس سال کے عرصہ میں تالیف کی جس میں تخمیناً اسّی ہزار ابیات تھیں۔ اس کے علاوہ کتاب رسائل ائمہؑ، کتاب تعبیر خواب، کتاب رجال، کتاب اشعار مدح ائمہ اور ایک کتاب قرامطہ کی تردید میں لکھی، بعض دوسرے مآخذ سے تاریخ وفات ۳۲۹ھ/۹۴۱م پائی جاتی ہے۔

۳-ابو محمد فضل بن شاذان خلیل ازدی نیشاپوری (۲۱)

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے نیشاپور کے رہنے والے تھے، کتاب خلاصہ اور نجاشی میں مذکور ہے کہ ان کے والد منجملی اصحاب یونس بن عبدالرحمٰن اور راویان حضرت امام محمد جوادؑ (حضرت تقیؑ) سے تھے۔ انہوں نے امام رضا سے بھی روایت کی ہے۔ ثقہ فقیہ متکلم اور اس طائفہ میں عظیم الشان حیثیت کے مالک تھے، ان کی تصانیف کی تعداد ایک سو اسّی (۱۸۰) بتائی جاتی ہے اور منجملہ ان کی تصانیف کے حوالے ہم تک جن کتابوں سے ملتے ہیں ان میں کتاب النقض اسکافی (نام) کی ردّیں، کتاب العروس یعنی کتاب الغیبت کا اختصار، کتاب الوعید، کتاب الرد براہل تعطیل وغیرہ اہم ہیں۔ تاریخ وفات ۲۶۰ھ/۸۷۴م ہے۔

۴-یونس بن عبدالرحمان یقطینی (۲۲)

کتاب مذکور کے مطابق ان کا مرتبہ علمای ملت محمدیہ میں مثل انبیای بنی اسرائیل کے ہے۔ سردار اصحاب حدیث اہل تشیع میں سے تھے۔ امام موسیٰ کاظمؑ وامام رضاؑ سے روایتیں بیان کرتے تھے، خود امام رضاؑ، یونس بن عبدالرحمان کو اہل علم و فتویٰ شمار کرتے تھے۔ فضل بن شاذان سے مروی ہے کہ یونس بن عبدالرحمان نے پینتالس (۴۵) حج اور چوّن (۵۴)

عمرے ادا کیے تھے اور ہزار جلدیں (رسالے) مخالفین کی ردّ میں لکھے ۲۰۸ھ میں بمقام مدینہ وفات پائی، اہم ترین تصانیف میں جامع الآثار، علل الاحادیث، کتاب البداء، کتاب الزکوۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصیام، کتاب الوصایا فی الفرائض، کتاب السہو ہ، کتاب الاحتجاج درطلاق، کتاب نوادر البوع، کتاب درردّ غلاۃ (جمع غالی) کتاب النکاح، کتاب المتعہ و کتاب الحدود وغیرہ۔

۵-محمد بن ابی عمیرن الازدی (۲۳)

محمد بن عمیر بغداد کے رہنے والے تھے، کنیت ابواحمد تھی، اپنے زمانے کے جلیل القدر بزرگ، تقوے میں متقی اور عابرترین زمانہ تھے۔ انھوں نے لاتعداد تصنیفات بطور یادگار چھوڑی ہیں۔ ان میں سے چورانوے (۹۴) جو نہایت بلند پایہ ہیں ان کا ذکر ابن بطّہ نے اپنے تذکرے میں کیا ہے، یہ کتابیں ہیں: کتاب مغازی، کتاب مدار، کتاب احتجاج درامامت، کتاب حجّ، کتاب فضائل حجّ، کتاب متعہ، کتاب استطاعت، کتاب ملاحم، کتاب یوم ولیلہ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب مناسک حج، کتاب الصیام، کتاب اختلاف الاحادیث، کتاب المعارف، کتاب التوحید، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الرضاع۔ اس کے علاوہ نوادر ابی عمیر بہت ہیں۔

۶-عبدالعزیز بن احمد بن عیسی جلووی خروی (۲۴)

یہ بزرگ عالم بصرہ کے رہنے ولے تھے، ان کے دادا یحیٰ کا شمار امام محمد باقرؑ کے اصحاب میں ہوتا تھا، علم فقہ وحدیث سیرؑ میں ان کی بیشمار تصنیفات موجود ہیں، جن میں سے تقریباً ایک سواسیؔ (۱۸۰) کتابوں کی فہرست مجالس میں مذکور ہیں۔ چند اہم تصنیفات: کتاب جمل، کتاب صفین، کتاب شعرہ، کتاب خلاصہ، کتاب قولہ فی الشورہ، کتاب الادب عنہ کتاب النکاح عنہ کتاب الطلاق عنہ، کتاب البخارات، کتاب الفرائض، کتاب الصلوٰۃ، کتاب المناسک، کتاب التفسیر بہ عن الصحابہ، کتاب بقیہ قولہ فی الطہارۃ، کتاب النحو، کتاب الطب، کتاب الطبقات العرب والشعراء، کتاب اخبار ابی الاسود الدیلمی، کتاب الحساب و کتاب الزہد وغیرہ۔

۷-حسن بن علی بن فضال الکوفی التیمی (۲۵):

امام رضا کے راویوں میں سے تھے، آنحضرت سے خاص خصوصیت حاصل تھی، موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں پہنچے ہوئے تھے، یہ جلیل القدر، عظیم المنز لہ، زاہد، صاحب ورع وثقہ تھے۔ روایات میں کتاب نجاشی میں فضل بن شاذان سے منقول ہے کہ پہاڑوں میں رہتے تھے اور عبادت کرتے تھے۔ ان کی تصانیف میں کتاب زیارات وبشارات، نوادر درردّ غالیان، کتاب الشواہد، کتاب المتعہ، کتاب در بیان ناسخ ومنسوخ، کتاب ملاحم، کتاب الصلوٰۃ و کتاب الرجال وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی وفات ۲۲۴ھ میں واقع ہوئی۔

۸-صفوان بن یحی البجلی الکوفی (۲۶):

کتاب ابن داؤد کے حوالے سے ''مجالس'' میں مذکور ہے کہ صفوان بن یحیٰ اصحاب اہل حدیث وغیرہ کے نزدیک معتبر ترین رواۃ میں سے تھے اور انہیں حضرت امام رضاؑ و امام تقیؑ کے راوی ووکیل ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ ان

کے والد (یحیٰ) راویان حضرت صادقؑ سے تھے اور آنحضرت ﷺ کے نزدیک ان کی بہت کچھ منزلت تھی۔ کتاب فہرست میں صفوان کو معتبر اور سردار لکھا ہے۔ ابوعمر وکشی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب نے جو روایات صفوان سے کی ہیں ان کی صحت پر اجماع کیا ہے، اور علم فقہ میں اس کو مسلّم جانا ہے۔ مال وتجارت کے پیشہ میں صفوان، عبداللہ بن جذب اور علی بن نعمان کے شریک تھے اور بے حد پرہیزگار تھے، ان کی تصنیفات کی تعداد ۳۰ کے قریب ہے۔ کتاب نجاشی میں دی ہوی فہرست کے مطابق اہم ترین تصانیف میں کتاب الوضو، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب الزکوۃ، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الفرایض، کتاب الوصایا، کتاب الشراوالبیع، کتاب العتق والتدبیر، کتاب البشارت وکتاب النوادرو غیرہ کے نام شامل ہیں۔

۹-حسن بن موسی النوبختی (۲۷):

کتاب ابن داؤد کے حوالے سے مذکور ہے کہ یہ ابی سہل ابن نوبخت کے بھانجے تھے۔ ان کا شمار اس گروہ کے اکابرین وصاحب سلسلہ عظیم میں کیا جاتا ہے۔ حسن مرد متکلم، فقیہ، فیلسوف شیعہ اثناعشری تھے۔ کتاب نجاشی میں مذکور ہے کہ ''یہ تیسری صدی سے پہلے فن علم کلام میں اپنے ہم عصروں سے ممتاز تھا۔''

ان کی تصنیفات کی تعداد بھی کچھ کم نہیں بہت ساری ایسی تصانیف بھی ہیں جو گذشتہ حکماء پر اعتراض کے زاویہء نگاہ سے لکھی گئی ہیں، مثال کے طور پر کتاب النکت ابن راوندی کی رد میں، کتاب الردعلی من اکثر النازلہ، ابی الہذیل علاّف کی تردید میں ایک رسالہ، واقفیوں کی تردید میں، اہل منطق کی ردمیں، ثابت بن قرّہ کی تردید میں، یحی بن اصفح نے ایک رسالہ دربیان امامت لکھا تھا، اس کی رد میں بھی ایک رسالہ لکھا۔ ان کی دیگر تصانیف: کتاب الآراء والدیانات، شیعہ فرقوں کے ذکر میں رسالہ، کتاب الجامع در بیان امامت، کتاب الموضع در بیان جنگہای حضرت امیر علیہ السلام، کتاب التوحید الکبیر، کتاب التوحید الصغیر، کتاب الخصوص والعموم، کتاب الارزاق الآجال والاشعار، کتاب کبیر در بیان جزء لایتجزّی، کتاب مختصر در بیان جزاء وغیرہ۔ اس کے علاوہ چند تردیدی رسائل اور بھی ہیں مثلاً: کتاب الاعتبار والتمیز والانتصار، کتاب الرّدعلی التعجز جو کہ ابی عیسیٰ ورّاق کے رسالے حج وامامت کی تردید ہے۔ اسی طرح مختصر نامی رسالہ جعفر بن حرب کے رسالہ امامت کی تردید میں، ونجومیوں کی تردید میں بھی کئی ایک رسائل لکھے۔

۱۰-عبداللہ بن ابی زید احمد بن یعقوب بن نصر الانبازی:

شیخ نجاشی کے مطابق یہ مشائخ میں سے ہیں اور کنیت ابوطالب ہے۔ مرد ثقہ، فن حدیث میں اور اس کے طریقوں سے واقف تھے، پہلے واقفی مذہب سے تعلق رکھتے تھے بعد میں ظاہر ہوا کہ اثناعشری تھے۔ ابوالقاسم ابن سہل و اسطی عدل کا کہنا ہے کہ میں نے ان سے بڑھ کر کسی شخص کو عبادت وزہد تقوی، پاکدامنی اور خلوت گوشہ نشینی میں بہتر اور راغب تر نہیں دیکھا، نماز کے اوقات میں اکثر ویرانوں اور کھنڈروں میں چلے جاتے اور عبادت میں مشغول رہتے۔ مجالس المومنین میں ان کی تصانیف کی تعداد ایک سوا کتالس بتائی گئی ہے، کتاب نجاشی میں مندرجہ ذیل کتابیں مذکور ہیں: کتاب الانتصار للتشیع من اہل البدع، کتاب المسائل المفردہ والدلائل لا مجردہ، کتاب اسماء امیر المومنین علیہ السلام، کتاب در بیان تو

حید، عدل، امامت۔کتاب درطرق حدیث الغدیر، کتاب درطرق حدیث انت منی بمنزلتہ ہارون من موسیٰ، کتاب التفصیل۔کتاب ادعیہ ائمہؑ ۔کتاب فدک، کتاب درطرق قیم النار، کتاب التطہیر ، کتاب الخط والخط والنظم، کتاب اخبار فاطمہؑ ،کتاب فرق شیعہ کتاب الابانہ عن اختلاف الناس فی الامامہ۔کتاب مسند خلفای بنی العباس وغیرہ۔

حواشی:

(۱) تذکرہ ریاض الشعراء از علی قلی خان والہ۔(۲) تذکرۃ العلماء از سید مہدی بن سید نجف علی رضوی۔

(۳) معجم البلدان کے حوالے سے خم اس موضع کا نام ہے جہاں پر مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک تالاب واقع ہے۔(ترجمہ مجالس المؤمنین، ص ۴۵)۔(۴) فدک حجاز کے ایک موضع کا نام ہے جو مدینہ سے دو منزل پر واقع ہے۔(مجالس، ص ۵۸)۔(۵) کوفہ اسلام کے بڑے شہروں میں سے ہے اور یہ پہلا شہر ہے جو ابتدائی فتح ایران کے زمانہ میں آباد کیا گیا جب سلطنت بنی امیہ سے بنی عباس کو ملی۔(مجالس، ص ۶۷)۔(۶) صاحب معجم کہتے ہیں کہ اس کے معنی ایسی قوم کے ہیں جو کسی مقام پر اترے اور کثیر التعداد ہو چنانچہ عرب کے بہت سے مواضع کا نام حلہ ہے لیکن ان سب میں مشہور ترین حلہ بنی مزید ہے۔(مجالس، ص ۶۹)۔(۷) ایک بلندی کا نام جو پشت کوفہ پر واقع ہے اور جو مثل ایک باندھ کے ہے جو کوفہ کو سیلابوں سے بچاتی رہے۔امیر المومنینؑ کی قبر منور اس پر واقع ہے۔(مجالس، ص ۷۰)۔(۸) مشہد کربلا ایک موضع کا نام ہے جہاں امام حسینؑ کو لوگوں نے شہید کیا۔نیز کربلا کے معنی خس وخاشاک اور سنگریزوں سے گیہوں کو پاک کرنے کے بھی ہیں، اس بنا پر بھی ممکن ہے کہ چونکہ یہ زمین صاف اور سنگریزوں سے خالی تھی اس کا نام رکھ دیا گیا۔(مجالس، ص ۷۰)۔(۹) ملک شام کا پایۂ تخت (مجالس، ص ۷۲)۔(۱۰) ملک مصر کا پایۂ تخت (مجالس، ص ۷۵)۔(۱۱) حلب ایک نہایت وسیع شہر (مجالس، ص ۷۷)۔(۱۲) دمشق اور حلب کے درمیان ایک پرانا شہر (مجالس، ص ۷۹)۔(۱۳) اسلامی شہروں میں ایک بڑا شہر اس کو دروازۂ عراق وخراسان کی کنجی بھی کہتے ہیں۔(مجالس، ص ۸۰)۔(۱۴) پہلے یہ درمیان بغداد میں ایک محلّہ تھا اور اب شہر سے جدا ہو گیا ہے۔۔(۱۵) یہ مقام واسط اور بصرہ، خوزستان اور بطاغ کے درمیان واقع ہے۔(مجالس، ص ۸۳)۔(۱۶) جزائر خوزستان میں ۳۶۰ مواضع تھے جنکے دار الحکومت کا نام مدینہ تھا۔(مجالس، ص ۸۵)۔(۱۷) خوزستان کا بہت بڑا شہر اور اس کا معرب تستر ہے۔(مجالس، ص ۸۶)۔(۱۸) ان تمام شہروں کا نام جو ساحل بحر ہند پر بصرہ اور عمان کی درمیان واقع ہیں۔(مجالس، ص ۹۱)۔(۱۹) مجالس، صص ۷۲۳ تا ۷۴۱۔(۲۰)۔ مجالس، صص ۷۱۸ تا ۷۱۹

(۲۱) مجالس، صص ۶۱۲ تا ۶۱۶۔(۲۲) مجالس، صص ۶۴۱ تا ۶۴۴۔(۲۳) مجالس، صص ۶۴۷ تا ۶۵۰

(۲۴) مجالس، صص ۵۱۴ تا ۵۱۸۔(۲۵) مجالس، صص ۶۱۶ تا ۶۱۸۔(۲۶) مجالس، صص ۶۴۴ تا ۶۴۵

۲۷۔ مجالس، صص ۶۶۹ تا ۶۷۰۔(۲۸) مجالس، صص ۶۸۷ تا ۶۸۸

مآخذ:

۱۔ مجالس المؤمنین : قاضی نور اللہ شوشتری

۲۔ تذکرۃ العلماء : سید مہدی بن سید نجف علی رضوی

۳۔ تذکرۃ ریاض الشعراء : علی قلی خاں والہ

۴۔ کشف الظنون : مصطفیٰ بن عبداللہ القسطنطنی رومی حنفی

۵۔ الاعلام : خیر الدین زرکلی

۶۔ الرجال : احمد بن علی بن احمد بن عباس نجاشی

☆☆☆

شاہ شبیہ انور علوی (مولوی)
خانقاہ کاظمیہ قلندریہ، کاکوری لکھنؤ

فتح الکنوز: ایک جائزہ

قرآن مجید اور حدیث شریف کی عظمت وفضیلت کے بعد اولیاء کرام، حضرات صوفیہ قدست اسرارہم جو حقائق و معارف اور اسرار و رموز کے گنجینہائے گراں مایہ کے فتح باب کرنے والے ہیں، ان کے ارشادات اور معجز بیان کلام کو جو برتری وسروری اور تاثیر واثر انگیزی حاصل ہے وہ محتاج بیان ہے ہی نہیں۔ عارف رومی نے فرمایا ہے:

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

(اگرچہ اللہ کے بندہ کے منھ کی بات ہے مگر حقیقت وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے) حدیث قدسی ہے کہ لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ ۔ فاذا احببتہ کنت لہ سمعاً الذی یسمع بی ...الخ۔ میرا بندہ اپنے نوافل امور کی ادائگی کے ذریعہ مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو چاہنے لگتا ہوں اور پھر جب اس کو چاہنے لگتا ہوں تو اس کا کان، آنکھ، ہاتھ سب کچھ بن جاتا ہوں وہ مجھ ہی سے سنتا، دیکھتا، چھوتا، بولتا، چلتا، پھرتا ہے، یعنی اس کا ہر فعل وعمل میرا فعل بن جاتا ہے۔ ید اللہ فوق ایدیھم (سورۃ الفتح آیت:۱۰) ان کے ہاتھوں کو اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔ وما رمیت از رمیت ولکن اللہ رمی (سورۃ الانفال آیت:۱۷)۔ جب آپؐ نے پھینکا تو دراصل آپ نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکا تھا وغیرہ سے یہی مراد ہیں۔ حضرات صوفیہؒ کا نثری ومنظوم کلام تصنع وتکلف سے پاک، از دل خیزد بر دل ریزد (دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے) کا مصداق اور اخلاص وللہیت سے لبریز ہوتا ہے۔

حضرت حق تعالیٰ نے ہر دور میں بکثرت افراد کو ولایت کے مرتبہ پر فائز فرما کر ان کے احوال، واردات و مکاشفات اور مشاہدات کو عام فرمایا اور عامۃ الناس کو بھی ان کے فیوض و برکات سے فیضیاب ہونے کی سعادت ارزانی فرمائی۔ ان بزرگوں کے ملفوظات کو ارشادات، اقوال وفوائد کے نام سے جانا جاتا ہے۔ سلسلۂ چشتیہ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ (۶۹۱ھ/۱۲۹۲ء) نے ان ملفوظات وفوائد کی زمانہ قدیم سے اہمیت کے سلسلہ میں فرمایا کہ اگر کسی شخص کو کسی وجہ سے کامل شیخ نہ مل سکے تو وہ اہل سلوک کی کتابوں کا مطالعہ کرے اور ان کے مطالب ومباحث کی پیروی کرتا رہے۔ "اگر کسے را شیخے کامل نہ باشد کتاب اہل سلوک پیش خود دارد و متابعت آں نماید (رحت القلوب)۔ مزید برآں حضرت سلطان نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ نے بھی اس کی تاکید فرمائی کہ کتاب مشائخ و ارشادات ایشاں کہ در سلوک راندہ اند در نظر می باید داشت

(فوائد الفواد)۔مشائخ کرام کی کتاب اوران کے ارشادات جوانہوں نے سلوک کے باب میں فرمائے ہیں مطالعہ میں رکھنے چاہئیں۔سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ (۲۹۷ھ/۹۰۹ء) نے فرمایا کہ مردان خدا کے ذکر اوران کے ارشادات سے مریدین وطالبین کواعانت اوران کے شکستہ قلوب کواستحکام حاصل ہوتا ہے۔ان کے کلام کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دنیااوراہل دنیا کی محبت دل سے نکلتی ہے،آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہےاوراس کے لئے زادراہ جمع کرنے کا عزم بھی پیدا ہوتا ہے۔

صوفیائے کرام نے چودہ سوسالہ تاریخ میں انسانیت کی بقا کی بڑی انتھک کوششیں کیں،مقصد حیات سے انجان ونابلدلوگوں کوزندگی کا مقصد ذہن نشین کرایااور یہ باورکرایا کہ تخلیق کا صرف یہی مقصد نہیں کہ کھاؤ،پیو،چین وآرام کی زندگی گزارو،کاروباردنیامیں مست رہواورموت آئے تو دنیا سے خالی ہاتھ چل دو۔اس سب کے لئے انہوں نے تقریباً عملاً اور تحریراًبڑی کوششیں کیں اوربکثرت کتب ورسائل بھی تصنیف فرمائے۔

فتح الکنوز بھی اس زریں سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے جس میں شیخ اکبر محی الدین بن عربی (۵۶۰ھ/۱۱۶۵ء۔۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء)،شیخ نجم الدین کبریٰ (۶۱۸ھ/۱۲۲۱ء)،شیخ نجم الدین دایہ (۶۵۲ھ/۱۲۵۴ء)،شیخ عبدالوہاب شعرانی (۹۷۳ھ/۱۵۶۵ء) وغیرہ کی کتابوں سے ایسے بہت سے مفیدامور جمع کئے گئے ہیں جوتصوف کے مبتدیوں ومنتہیوں کے لئے ضروری ہیں۔حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر(۱) کاکوروی قدس سرہ (۱۱۵۸ھ/۱۷۴۵ء۔۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء) نے ان کو۲۰فصول میں عربی زبان میں یکجا فرمایا تھابعدازاں ان کے گرامی قدر صاحبزادہ غوث ملت حضرت شاہ تراب علی قلندر(۲) کاکوروی قدس سرہ (۱۱۸۱ھ/۱۷۶۸ء۔۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء) نے ان تمام مطالب کوفارسی کا جامہ پہنایا تھا۔لیکن اکیسویں صدی میں جب فارسی کیااردوہی اجنبی زبان کی جگہ لے رہی ہےاس قسم کی تحریریں،استفادہ سے دورہورہی ہیں۔عصرحاضرمیں اس بات کی شدت سے ضرورت ہے کہ حیات انسانی کوکامیابی وکامرانی سے ہم کنارکرنے کے لئے بزرگوں کے ان ملفوظات،مواعظ اورفوائدکوایسی زبان میں پیش کیا جائے جس سے استفادۂ عام کی راہیں ہموارہوں۔

زیرنظرسطور فتح الکنوز کے مختصر تعارف کے خیال سے سپردقلم کی جارہی ہیں۔

پہلی فصل: اس میں شیخ اکبرکی بعض وصیتیں ہیں جوآپؒ نے بعض سالکین وطالبین کوفرمائیں۔

دوسری فصل: یہ فصل گناہوں کی شامت کے بارے میں ہے،شیخ اکبرؒفرماتے ہیں کہ خوب سمجھ لوکہ ہرمومن جو گناہ کرتا ہےاسے دس چیزوں کانقصان ہوتا ہے:

۱۔بدبختی اطاعت وفرمانبرداری سے بغض رکھتی ہے۔

۲۔اگراطاعت ہےتواس میں حلاوت وشیرینی نہیں پاتا۔

۳۔اس کادل سخت ہوجاتا ہے۔

۴۔جسم خشک ہوجاتا ہے۔

۵۔بدن سست ہوجاتا ہے عبادت وریاضت میں کاہلی کرتا ہے۔
۶۔رزق سے برکت جاتی رہتی ہے۔
۷۔بددل اور مخلوق سے ڈرنے والا ہوجاتا ہے۔
۸۔اچانک عذاب آجاتا ہے یا خشک سالی یا بارش آجاتی ہے۔
۹۔اس کے چہرہ کی خوبصورتی وشادابی کم ہوجاتی ہے۔
۱۰۔اس کی زندگی میں بدبختی آجاتی ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ تین لوگوں کو موت کے وقت ایمان کا خطرہ رہتا ہے:

۱۔وہ جو ایمان کے جانے سے بے خوف ہوتا ہے۔
۲۔وہ جو ایمان میں بدعتوں کی آمیزش کرتا ہے۔
۳۔وہ جو مسلمانوں پر ظلم کرتا اور ان کو تکلیفیں پہنچاتا ہے۔

بعدازیں فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں ہے کہ ۳ دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں:

۱۔باپ کی دعا بیٹے کے حق میں
۲۔مسافر کی دعا
۳۔مظلوم کی دعا

تیسری فصل:۔اس فصل میں شیخ کے لئے جن آداب وشرائط کا ہونا ضروری ہے ان کا بیان ہے۔

چوتھی فصل: یہ فصل مرید کے آداب وشرائط سے متعلق ہے۔

پانچویں فصل: شیخ سے مرید کی ضرورت کا بیان ہے۔

چھٹی فصل: اس میں راہ سلوک کے جواں مردوں کی تعریف، ان کی پہچان، آداب سماع اور بعض دوسری نصیحتوں کا بیان ہے۔

ساتویں فصل: اس فصل میں ذکر کے نتائج اور برکتوں کا بیان ہے اسی ضمن میں حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ فرماتے ہیں:

عمریست کہ در راہ تو پائے ست سرم
خاک درِ تو بدید گاں می سپرم
زاں روئے کنوں آئینۂ روئے توام
کز دیدۂ تو بروئے تو می نگرم

نویں فصل: بعض غیبی واقعے اور خواب کا ذکر ہے کہ جب سالک ریاضت ومجاہدہ ونفس وقلب کا تصفیہ شروع کرتا ہے تو اسے ملک وملکوت پر عبور حاصل ہوجاتا ہے اور ہر مقام پر حال کے مناسب اس کو وقائع اور کشف ظاہر ہوتے ہیں۔

بعدازاں خوابات کی تفصیل اوران کے اقسام کا بیان ہے۔

دسویں فصل: اس میں تجلیات الٰہیہ اوران کی مختلف اقسام کا بیان ہے، ذات وصفات کے ظہور کی تجلی حضرت الوہیت سے عبارت ہے۔راہ تصوف کے سالکین کو یہاں اکثر مغالطہ ہوتا ہے۔تجلی روحانی اور رحمانی کے درمیان یہ فرق ہے کہ تجلی روحانی حدوث کی علامت رکھتی ہے اوراسے فنا کرنے کی قوت نہیں ہوتی لیکن تجلی رحمانی اس کے برخلاف ہوتی ہے، تجلی روحانی سے غرور و پندار ظاہر ہوتا ہے اور ہستی کا گھمنڈ بڑھ جاتا ہے۔طلب میں نقصان ہوتا ہے لیکن تجلی رحمانی میں یہ چیزیں ختم ہوجاتی ہیں، ہستی نیستی میں تبدیل ہوجاتی ہے اور طلب و تشنگی میں زیادتی ہوجاتی ہے:

سوز دل خستم ز وصالش نہ نشست
ویں تشنگی از آب زلالش نہ نشست
نیرنگ وجود ما ز ہستی برخاست
وز سر ہوس عشق جمالش نہ نشست

گیارہویں فصل: حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے رسالہ آداب طریق اہل جذب سے ماخوذ ہے۔فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف راستے (طریق) لوگوں کی سانسوں کی تعداد کے مطابق ہیں۔اور یہ طریقہ جس کی ہم اس وقت تشریح کررہے ہیں سب سے زیادہ قریب واضح اور ہدایت والا ہے۔اس کے تین اقسام ہیں۔پہلا طریقہ معاملات والوں کا، روزے نماز، تلاوت اور جہاد کی کثرت اعمال ظاہر سے ہے یہ اخیار کا طریقہ ہے۔اس کے واصلین اس زمانہ میں بہت کم ہیں۔دوسرے مجاہدین اور اہل ریاضات کا طریقہ تذکیہ نفس، صفائی قلب اور روح کی جلا ہیں یہ ابرار کا طریق ہے۔اس کے واصل شروع سے ہی بہت نادر ہیں۔حضرت منصورؒ نے حضرت ابراہیم خواصؒ سے پوچھا آپ کس مقام پر ہیں جواب دیا کہ تیس سال ہوگئے ہیں کہ توکل میں قدم رکھے ہوئے ہوں اور ریاضت کررہا ہوں انہوں نے کہا کہ اتنی عمر آپ نے باطن کی عمارت میں صرف کردی تو فنافی اللہ کب میسر ہوگی۔تیسرا طریقہ سائر ان الی اللہ و طائران باللہ کے واسطے (اللہ کی طرف سیر کرنے والے اور اڑنے والوں کا ہے) ہے وہ شطارین کا طریقہ ہے، جو اہل محبت و سالکان جذب میں سے ہیں، ان کے واصلین شروعات میں انتہا کے مقابلہ میں زیادہ ہیں، اوران کا طریق موت ارادی بحکم موتو اقبل ان تموتوا (موت آنے سے پہلے مرجاؤ) دس اصولوں پر ہے۔

بارہویں فصل: بعض حقائق ومعارف کا بیان ہے، حق تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو شیخ کے مقام پر یاد کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مرید کے مقام پر اور علم دنی کی تعلیم کے لئے ان کو ان کی طرف بھیجا اور مشیخیت کے استحقاق کے لئے ان کو اس آیت سے خبر دی: عبد امن آتیناہ رحمة من عندنا و علمنا من لدنا علما (سورہ الکہف۔ آیت:۶۵)

تیرہویں فصل: یہ فصل شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ کی الیواقیت والجواہر سے ماخوذ ہے۔جس میں گناہ اور توبہ کرنے کے ضمن میں بعض حقائق کا انکشاف فرمایا ہے۔

چودھویں فصل میں شیخ اکبرؒ کے کلام سے معراج کے احوال درج فرمائے ہیں۔حضرت شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ کے تین سوسرسٹھویں باب میں فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو اپنی نشانیاں دکھانا چاہا تو حضرت جبریل امینؑ کو سواری کے ساتھ نازل کیا جس کو براق کہتے ہیں وہ گدھے اور خچر سے مختلف تھا اس میں ایک حکمت ہے جو اللہ تعالیٰ جانتا یا اللہ والے جانتے ہیں۔اس سفر میں جب حضرت جبریلؑ کی حد متعینہ آ گئی اور انہوں نے فرمایا کہ میں اس سے آگے جانے کی طاقت نہیں رکھتا ہوں میرا ایک مقررہ مقام مقام ہے اگر میں اس سے آگے چلا جاؤں تو جل جاؤں گا تب آپ ﷺ رفرف پر سوار ہو کر آگے بڑھے:

اگر یک سر موئے پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

پندرہویں فصل۔قلم ولوح کے احوال سے متعلق ہے۔شیخ اکبرؒ نے فتوحات مکیہ کے ۳۱۶ ویں باب میں فرمایا ہے کہ قلم کے علاوہ اعلی اقلام دوسرے ہیں اور اسی طرح لوح محفوظ کے علاوہ الواح ہیں۔چنانچہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ میں مستوی کی جانب پہنچا اور میں نے اس میں قلموں کی آواز سنی وہ تین سو ساٹھ قلم وہ تین سو ساٹھ لوح ہیں۔اور شیخ نے ان کا ذکر فتوحات کے اگلے باب میں کیا ہے شیخ نے فرمایا ہے کہ ان اقلام والواح کا مرتبہ قلم اعلیٰ اور لوح محفوظ سے کمتر ہے کیونکہ جو کچھ لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے وہ مٹ نہیں سکتا اور اسی وجہ سے لوح محفوظ کو لوح محفوظ کہتے ہیں یعنی وہ اقلام والواح کے مقابلے میں مٹنے سے محفوظ ہے کیونکہ یہ قلم ہمیشہ الواح میں محو اثبات ہیں اور ان احکام کو لکھتے ہیں جن کو حق تعالیٰ عالم میں پیدا فرمانے کا حکم دیتا ہے۔

سولہویں فصل میں حق تعالیٰ کی عالم اور بعض دوسرے مطالب سے نسبت کا تذکرہ ہے، شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ کے ۳۷۲ ویں باب میں بڑی طویل گفتگو کے بعد تحریر فرمایا ہے تمام عقلیں حیران ہیں، عارفین چاہتے ہیں کہ حق کو مکمل طور پر عالم سے جدا کر دیں مگر شدت تنزیہ کی وجہ سے وہ ایسا نہیں کر سکتے۔اور چاہتے ہیں کہ حق کو عین عالم گردانیں لیکن شدت قرب کی وجہ سے ان کے لئے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔پس ہمیشہ متحیر رہتے ہیں کبھی کہتے ہیں ہو ہو اور کبھی کہتے ہیں ما ہوا ما ہوا اور کبھی کہتے ہیں ہو ما ہوا اور اسی سے حق سبحانہ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

سترہویں فصل میں موالید ثلاثہ کا بیان ہے۔

اٹھارہویں فصل شیخ اکبرؒ کے اس بیان پر مشتمل ہے کہ حروف مقطعات اسماء ملائکہ ہیں اس میں بھی اسرار وحقائق ہیں۔انہوں نے فتوحات کے ایک سو اٹھانویں باب میں وضاحت فرمائی ہے کہ حروف مقطعات اسماء ملائکہ ہیں ہم اس بات پر بعض وقائع میں متفق ہیں اور ہر فرشتے نے اس بارے میں ہمیں ایک علم دیا ہے جس کو ہم نہیں جانتے تھے ان میں سے بعض ہمارے تمام اشباح میں سے ملائکہ کے سلسلے میں ہیں۔

انیسویں فصل پیغمبر علیہم السلام کے احوال سے متعلق ہے، جامع فتح الکنوز فرماتے ہیں کہ آپؒ نے فتوحات مکیہ کے تین سو انچاسویں باب میں کہا ہے کہ بنی آدم میں انبیاء مرسلین کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔اور اسی قدر ہر زمانے

میں اولیاء اللہ بھی ہیں اور کبھی اولیاء اللہ اس تعداد سے بڑھ جاتے ہیں۔

بیسویں فصل میں صاحبان خدمت اولیاء اللہ اور اقطاب کے احوال تفصیل سے مندرج فرمائے ہیں اور ان کے تحت اسرار و حقائق اور رموز مخفیہ۔ ان کی بنیاد بھی حضرت شیخ اکبرؒ کے ارشادات پر ہے۔ فرماتے ہیں کہ شیخ نے فتوحات کے دو سو سترویں باب میں قطب کے حق میں فرمایا ہے کہ اس کا نام ہر زمانے میں عبداللہ اور عبدالجامع ہے۔ جو تمام اسماء الٰہیہ کا جامع ہے پہلے قطب کو حروف مقطعات کے معنی حاصل ہوتے ہیں بغیر اس کے وہ قطبیت کے لایق نہیں ہوتا۔ اور اس کے لئے خلافت مقرر نہیں ہوتی، قطب حق کا آئینہ نعمت مقدسہ کی جلا، مظاہر الٰہیہ کا محل، صاحب وقت و عین زمانہ اور سر سے واقف، عالم علم دہر الدہر ہوتا ہے قطبیت کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس پر پوشیدگی غایب ہو کیوں کہ وہ خزائن غیرت میں محفوظ اور حفاظت کی چادر میں چھپا ہے۔ اس کو دین میں ہرگز کوئی شبہ نہیں پیش آتا اور نہ کوئی خطرہ جو اس کے مقام میں شکستگی کرے وہ نیک کو نیک اور بد کو بد جانتا ہے۔ جمال مقید کو دوست رکھتا ہے ارواح اس کے نزدیک اچھی صورتوں میں آتی ہیں اور وہ عشق اور غیرت میں پگھلتا ہے اور خدا کے لئے غصہ کرتا ہے اور اگر نہیں ہوتا تو فتوح سے تصرف کرتا ہے جو کچھ اس کو فتوحات سے حاصل ہوتا ہے۔ قطب حال سے منزہ ہے اور علم پر ثابت ہے وہ زمین پر چلتا ہے نہ ہوا اور پانی پر وہ بے ضرورت نہیں کھاتا اور خرق عادت (کرامت) اس سے بہت کم ظاہر ہوتی ہے مگر کبھی اللہ کی اجازت سے بغیر اس کی طلب کے۔

حواشی:

(۱) حضرت عارف باللہ محمد شاہ محمد کاظم قلندر علویؒ کا سلسلۂ نسب والد ماجد حضرت شاہ محمد کاشف چشتی قدس سرہ کی طرف سے حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم تک اور والدہ ماجدہ کی جانب سے حضرت عباسؓ عم بزرگوار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ آپ مخدوم زادگان کاکوری (اولاد حضرت قاری مخدوم نظام الدین قادری عرف شاہ بھکاریؒ (۸۹۰ھ/۱۴۸۵ء تا ۸ ذی قعدہ ۹۸۱ھ/۲ مارچ ۱۵۷۴ء سہ شنبہ) کے ایک نامور فرد تھے۔ آپ کے تفصیلی حالات کے لئے اصول المقصود، نفحات العنبر یہ من انفاس قلندریہ، انتصاح عن ذکر اہل الصلاح، اذکار الابرار، تذکرۂ مشاہیر کاکوری، سخنوران کاکوری، تذکرہ گلشن کرم وغیرہ ملاحظہ ہوں)

(۲) آپ کے مکمل حالات کے لئے اصول المقصود، نفحات العنبر یہ من انفاس القلندریہ، انتصاح عن ذکر اہل الصلاح، اذکار الابرار، تذکرہ مشاہیر کاکوری، سخنوران کاکوری، تذکرہ گلشن کرم وغیرہ ملاحظہ ہوں۔

☆☆☆

آزاد حسین
مرکز تحقیقات فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

فارسی اور اردو غزل میں پیکر تراشی

ہر تخلیقی زبان اور ذہن وفکر میں تصویر کاری کی قوت ہوتی ہے اور یہی قوت فن پارے میں مختلف قسم کے پیکر تراشی کے رنگ بھرتی ہے۔ انسانی ذہن وفکر کا فطری عمل مشاہدات وتجربات ہیں۔ انسان اپنی تجربات ومشاہدات کا کمند مادی اور غیر مادی فطری وغیر فطری اشیاء اور ان کے اوصاف پر ڈالتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی ذہن وفکر مرئی اور غیر مرئی، محسوسات وغیر محسوسات اشیاء کے عکس کا مرکز تصور کیا جاتا ہے۔ حواس خمسہ مادی دنیا سے جو تجربات ومشاہدات اخذ کرتے ہیں ان کا عکس انسانی ذہن وفکر کے نہاں خانوں میں یکجا ہوتا رہتا ہے اور جب کبھی ایسی چیزوں کا ذکر ہوتا ہے تو اس کا عکس ذہن کے پردے پر ابھرتا ہے۔ یہی عکس جب لفظی تصویر بن کر ابھرتا ہے تو ''لسانی پیکر'' کہلاتا ہے اور ادبی سطح پر ذہنی پیکر کو لسانی پیکر میں تبدیل کرنے کا عمل پیکر تراشی کا کمال ہے۔

پیکر کی تعریف: پیکر کی مختلف انداز میں تعریف وتوصیف بیان کی گئی ہے لیکن تقریباً سب کا مفہوم اور مطلب ایک ہی ہے۔ پیکر کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر شہپر رسول یوں لکھتے ہیں:

> ''پیکر وہ شئی ہے جو حقیقتاً بظاہر کسی دوسری شئی کی نقل یا نصف ثانی پیش کرتی ہے مثلاً وہ اپنی ماں کی شبیہ یا نقل ہے یا پیکر ہے۔ بالفاظ دیگر پیکر کسی شئی کی پرچھائیں یا عکس کو کہتے ہیں''[1]

پیکر تراشی کی صلاحیت شاعر کے ذہن کا نتیجہ ہوتی ہے جو قاری اور سامع کو اس قدر متاثر کرتی ہے کہ وہ شاعر کے ان خیالات وتاثرات کی اتباع کر کے اس کے باطن تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ انسانی ذہن کا بنیادی عمل تصویر سازی ہے اور شاعری میں پیکر تراشی کی بنیادی اہمیت ہے چونکہ یہ تخلیقی عمل سے گزرے ہوئے انسانی ذہن وفکر کی بہترین ردِّعمل ہے جو معنی آفرین اور پر آہنگ ہوتا ہے۔

پیکر تراشی ادب کا ایک اہم جز تصور کیا جاتا ہے الفاظ کے ذریعہ پیکر تراشی کی مثالیں مختلف ادب میں پایا جاتا ہے۔ ادب میں لفظوں کی بندش کے ذریعے تصویر بنانے کا دوسرا نام پیکر تراشی ہے ایک مصور اور فنکار تصویروں کے ذریعہ اپنے ذہنی تصورات وافکار اور تخیلات کو عوام کے سامنے پیش کرتا ہے۔ لیکن ایک ادیب یا شاعر لفظوں سے مصوری کا کام لیتا ہے۔ وہ اپنے شاہکار میں ایسے لفظوں کا رنگ بھرتا ہے کہ اس کا تصور خوانندہ وشنونده کے سامنے زندہ جاوید پیکر کی شکل میں ڈھل کر نمودار ہوتا ہے۔ پیکر تراشی کا عملی جامہ پہنانے کے لئے شاعر تشبیہات واستعارات، رمز وکنایات، مبالغہ، تمثیل تلمیحات وغیرہ کا بھی استعمال کرتا ہے۔ لفظی ومعنوی خوبیوں سے اس کو مزین کرنے کی کوشش کرتا ہے ڈاکٹر توقیر احمد خان لکھتے ہیں:

''جب مختلف پیکروں کو دوسرے پیکروں سے متوازی قرار دینے کے لئے اور ایک شکل کو کسی دوسری شکل وصورت پر مماثلت اور یکسانیت قائم کرنے کے لئے ایک پیکر کو دوسرے پیکر کے ساتھ اس طرح جوڑ دیا جاتا ہے کہ ایک پر دوسرے کا تصور قائم ہو جائے۔ اور ایک کی مثال دوسرا پیکر بن جائے مثلاً حور صفت، فرشتہ نما، دیو قامت، گل رو و نرگس آسا وغیرہ مماثلت کا یہ رشتہ تشبیہ، استعارہ کنایہ، رمز یا کسی اور ذریعہ سے قائم ہو تو تمثیل کاری کا یہ فعل بھی پیکر تراشی ہی ہے''[۲]

پیکر تراشی کا عمل کافی حد تک فارسی اور اردو شعر و غزل میں مشترک ہیں۔ الفاظ جب شعور میں ڈھل کر شعروں میں تحلیل ہوتے ہیں تو وہ ایک شاعر سے زیادہ اپنے مصورانہ کیفیت اپنے اندر لئے ہوئے ہوتے ہیں اور اپنے تصوراتی پیکر میں اصناف شعری کے مختلف عناصر کے ذریعہ اپنے خیالات کو تراشنے کی کوشش کرتے ہیں جو حسی، سمعی، بصری اور صوتی پیکر بن کر سامنے آتے ہیں۔ فارسی زبان کا یہ شعر دیکھیں جس سے بخوبی یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک شاعر کس طرح عاشق و معشوق کی محبت والفت کو تصویر اور پیکر کی شکل میں ڈھالتا ہے:

ما مصور زادۂ عشقیم شاعر نیستم　　　یک قلم تصویر معشوقست در دیوان ما

ایک عاشق اپنے دل کے تہہ خانے میں محبوب کا عشق لئے سرگرداں اور بے تاب پھرتا ہے اس کی حالت زار کی عکاسی دوسرے شعر میں کرتے ہوئے یوں نظر آتے ہیں:

خندۂ عشرت دل زخم خدنگ است اینجا　　　قلقل شیشۂ می بارش سنگ است اینجا

اس شعر میں 'زخم خدنگ' حسی اور بصری پیکر کی شکل میں نظر آتا ہے لیکن دوسرے مصرعے میں بصری اور سمعی پیکر کی بہت عمدہ اور دلکش نمونہ 'قلقل شیشۂ می' کے ذریعہ پیش کیا ہے۔

اردو ادب کی شاعری بھی اس کے مختلف نہیں ہے۔ اردو زبان کی شاعری میں بھی پیکر تراشی کی مثالیں مختلف شعراء کے یہاں ملتی ہیں۔ اردو شعراء نے حباب کے پیکر کا انتخاب انسانی زندگی کے ایک نمایاں پہلو سے مماثلت کی بنیاد پر کیا ہے۔ دوسرے پیکروں کی طرح اس کا بھی استعمال حسب ضرورت خوب کیا گیا ہے۔

خاک کا پتلا، خواب، آئینہ خودی اور حباب کے علاوہ اردو غزلوں میں کچھ ایسے پیکروں کی نشاندہی کی سکتی ہے جن کو بصارت، سماعت، حرکت اور یادداشت کے عناصر کی بنیاد پر پہنچانا اور پرکھا جا سکتا ہے۔ ان پیکروں میں ہیئت کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ حسی اور بصری پیکر کی آمیزش سے فارسی شاعری لبریز نظر آتی ہے جیسے:

در غبار سینہ داغ عشق می سوزم نھان　　　ھمچو اخگر زیر خاکستر چراغ روشن است

شب تار سیہ، صحرائے دل کا خیمہ ایک تصوراتی پیکر ہے لیکن بصری پیکر میں نظر آتا ہے:

لیلی نیست کہ بااختر من سازش نیست　　　این شب تار سیہ خیمۂ صحرای دلست

محبوب کا ناز وادا، رفتار، گفتار، قد، اور آنسوؤں کا چشم تر سے ٹپک کر زمین بوس ہونا یہ تمام بصیرت وبصارت اور بصری پیکر سے تعلق رکھتے ہیں جس کی مثال فارسی ادب میں لاتعد ولاتحصی کی منزل میں نظر آتا ہے بطور مثال فارسی کے

صرف ایک شعر پراکتفا کیا جاتا ہے:

طرز رفتار قدش نذر تماشہ کرد و رفت　　　می چکد اشکم نگاہ آلودہ از مژگان ھنوز

سورج کی کرنیں اپنی روشنی سے تمام دنیا کو منور کرتی ہیں، سورج کی روشنی کبھی ناگوار اور کبھی خوشگوار موسم کی نزاکت کے مدنظر درپیش آتی ہے۔ سورج کی کرنوں سے چھن کے آنے والی روشنی جب کسی دریچے کے توسط سے تاریک و سیاہ کمرے میں اپنی روشنی بکھیرتی ہے تو سورج کی ان لکیروں میں بنا پر کے پرواز کرتے ہوئے ذرات نمایاں نظر آتے ہیں ان ذروں کو آدمی اپنے سر کی آنکھوں سے سامنے اڑتا ہوا دیکھتا ہے اس کو بھی ایک پیکر میں ڈھالنے کی کوشش کی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں:

تو تا آئینہ رو دادی ای خورشید خاورھا　　　برنگ ذرۂ روزن بہ پروازند جوھرھا

عاشق کی حالت زار اور اس کی بے تابی سے ہر کس و ناکس واقف ہے اس بے تابی عاشق کی خوبصورت تصویر کشی اس شعر سے ہوتی ہے:

بکویش می روم چون برق در آغوش بیتابی　　　درآن ساعت کہ شوقش می برداز کف غنانم را

حیرت حسنت عنان ھوش از دستم ربود　　　شعلۂ تصویرشد بیتابی دل در برم

اس شعر کے دوسرے مصرع میں بھی شاعر نے عاشق کے بیتابی دل جیسی غیر مرئی شئی کو شعلہ سے تشبیہ دے کے تصوراتی پیکر تراشا ہے۔ تلمیحات کو اردو و فارسی شاعری میں ایک اعلی مقام حاصل ہے۔ اسی تلمیح کو جب شاعر پیکر کے سانچے میں ڈھالتا ہے تو سنگ طفلاں، تختۂ مشق، مکتب، شاخ شجر طور، کوہ طور، تجلی، ذوالفقار جیسے الفاظ زندہ جاوید ہو کر بصری پیکر میں نظر آتے ہیں:

بکف جز سنگ طفلان رانہ بینم تختۂ مشقی　　　ز شور عشق مجنونت خراب افتادہ مکتب ھا

دلیست دل کہ جھان روشن از تجلی اوست　　　چراغ خانۂ ما ھم ز کوہ طور آمد

نگہ ما شدہ شاخ شجر طور علی　　　چشم ما بر قد و رخسار کسی افتادہ است

لب خاموش علی کار ذوالفقار کند　　　بخصم ھیچ مگو گر چہ نا مسلمان است

فارسی اور اردو غزل میں مختلف اصناف مثلاً قصیدہ، مثنوی، قطعہ، رباعی، مسدس، مخمس، غزل وغیرہ ہیں۔ غزل کی وسعت دامنی اپنی جگہ مسلم ہے۔ اس میں مختلف کردار کو بھی اہمیت دی گئی ہے جس میں قاصد بھی غزل کا ایک اہم کردار رہا ہے اور اس کو شعرا نے پیامبر کی شکل میں اپنی غزلوں میں مثبت و منفی دونوں انداز میں بیان کیا ہے۔ قاصد کو منفی انداز میں استعمال کرتے ہوئے میر تقی میرؔ لکھتے ہیں:

واہ کیا خوب ہوا کہ پیامبر میسر نہ ہوا　　　زبان غیر سے کیا شرح آرزو کرتے

فارسی زبان کے اشعار میں بھی اس طرح کی مثالیں ملتی ہیں۔ قاصد کو پیغام رسانی کے نتیجے میں عنفوان شباب سے عالم ضعیفی میں قدم رکھتا ہوا شاعر دیکھتا ہے جب کہ یہ امر حقیقت سے بعید ہے چونکہ کبوتر جس پیغام رساں کے طور پر شاعر نے

استعمال کرتا ہے اس کے پر سیاہ سے سفید نہیں ہوتے لیکن شاعر اپنا پرواز تخیل بیان کرتا ہے جس میں دونوں پیکر یعنی شباب و ضعیفی قاری کے لئے بصری پیکر بنانے میں معاون ثابت ہوتے ہیں جس کی نمایاں عکاسی اس شعر میں نظر آتا ہے:

رسد تا بر سر کوی تو قاصد پیر می گردد — سفید از دوری ان راہ شد بال کبوتر ھا

اردو شاعری بطور خاص غزل اپنی مختلف اور گوناں گوں صفات کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ معتبر و غیر معمولی اہمیت کی حامل بلکہ مقبول خاص و عام بھی ہے۔ اردو غزل میں پیکر تراشی کی روایت قدیم ہے اور مختلف شعرا نے اپنی غزلوں میں محبوب کے قد و قامت، حسن و جمال، ناز و ادا، لب و رخسار، زلف گرہ گیر وغیرہ کو ایک خاص پیکر میں ڈھالنے کا کام انجام دیا ہے اور اس کام میں نمایاں مقام بھی حاصل کیا ہے۔ جن میں بصری، سماعی، حرکی وغیرہ جیسے پیکر کی صاف مثالیں نظر آتی ہیں:

بصری پیکر:

نگاہ شوق کی دنیا خدا جانے کہاں تک ہے — جہاں دیکھا وہیں حسن یگانہ شمع محفل تھا
تار نظر نے باندھ لیا ہے بہار کو — نیرنگی تصور بے اعتبار کو

سماعی پیکر:

جواب کیا وہی آواز باز گشت آئی — قفس میں نالۂ جانکاہ کا مزہ نہ ملا
آ رہی ہے یہ صدا کان میں ویرانوں سے — کل کی بات ہے کہ آباد تھے دیوانوں سے

حرکی پیکر:

بے خودی میں آبلہ پا بھی بگولے بن گئے — منزل موہوم کو شاید مجسم دیکھ کر
مستانہ رقص کیجئے گرداب حال میں — بیڑا ہے پار ڈوب کے اپنے خیال میں

لمسی پیکر:

کیا لمس تھا ایک دست حنائی کا تہہ آب — انگارے سے ہاتھوں میں دہکتے رہے تا دیر

اجتماعی پیکر:

اس ایک چہرے میں آباد تھے کئی چہرے — اس ایک شخص میں کس کس کو دیکھتا ہوں میں

مخلوط پیکر:

ہوا نے دی در ویراں پہ دستک — کئی پرچھائیاں نکلیں مکاں سے

اس کے علاوہ مختلف شعراء اردو کے کلام میں بصری پیکر کی جامعیت کا احساس شمع فروزاں کے مانند کارفرما نظر آتا ہے۔ موسم بہار کے لطافتوں اور نزاکتوں کو محبوب کے روئے رنگین سے تعبیر کرتا ہے جو درحقیقت شاعر کے بیداری حواس کا ثبوت پیش کرتا ہے:

یہ ہے ان کے اک روئے رنگین کا پرتو — بہار طلسم لطافت نہیں ہے

غزل کی خمیر میں جذبۂ خلوص، احساس لطافت، سادگی و صداقت کے ساتھ غنائیت بھی شامل ہوتی ہے غزل گو

شعراء نے تجربات وتصورات اور حسن وعشق کی باہمی تناظر کو روشن کرنے کے لئے رنگ وروغن اوران کے تلازمات کا استعمال کثرت سے کیا ہے۔اس کے علاوہ قوت باصرہ کی مدد سے سراپائے محبوب کو متصور کرنے کے سلسلے میں مناظر قدرت سے ایسے رنگ، روشنی اور تلازمات کو منتخب کیا ہے جوان کے خدمات واحساسات درونی کی عکاسی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔حسرت کی غزلوں میں یہ بصری پیکر انتہائی درجے تک پائے جاتے ہیں جس کا اندازہ مندرجہ ذیل اشعار سے کیا جا سکتا ہے:

شب وصال، شب ماہ، گر نہیں تو نہ ہو — ایک آفتاب ہے جو ماہتاب کے بدلے
رنگ سوتے میں چمکتا ہے طرحداری کا — طرفہ عالم ہے تیرے حسن کی بیداری کا
رہ گئی ناکام و حیران میری چشم اشتیاق — کامیاب نور تھا کس درجہ حسن روئے دوست
ترے روئے دلآرا کے تصور کا یہ عالم تھا — کہ چشم شوق میں اک حسن کا گلزار پیدا ہے

محبوب کو آفتاب اوراس کے حسن وجمال کو رنگ وروشنی کہہ کر نمایاں کیا گیا ہے کہیں محبوب کے سونے اور جاگنے کو ایک متضاد صفت کی شکل میں پیش کر کے حسن محبوب کی طرفگی کو بیان کیا گیا۔چشم اشتیاق کی ناکامی محبوب کے حسن کے نور کے کامیاب ہونے کی دلیل پیش کرتا ہے۔حسن محبوب کا یہ عالم ہے کہ اس کے تصور سے چشم شوق میں گلزار پیدا ہوجاتا ہے۔چشم اشتیاق کی وہ تاب نہیں کہ تمہارے حسن کا دیدار کرسکے چونکہ حسن اپنے انتہائے کمال کو پہنچا ہوا ہے۔اے محبوب تو شمع انجمن ہے تمام مجلس کی نکہت وخوبصورتی تم سے ہے۔محبوب کے قد وقامت اور مانند سرو جسم کا یہ عالم ہے کہ وہ لبادہ جو اس نے زیب تن کیا ہے قد وقامت محبوب کی وجہ سے رنگینیوں میں ڈوب گیا ہے۔یہ تمام اشعار شاعر کے بصری ادراک کی نشاندہی کرتے ہیں جس کے توسط سے وہ محبوب کی شخصیت کو مرصع انداز میں پیش کرتا ہے۔یہ اشعار رنگین اور پرنور مرتعش جلوؤں کا دیدار کراتے ہیں جو بصارت کی سحر انگیز رنگینیوں تک لے جاتے ہیں۔یہی نہیں بلکہ اردو غزل کے حوالے سے قوت شامہ کو بصری پیکر میں تراشنے کی کامیاب کوشش کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا:

جس نے سونگھی ہو ترے زلف سیہ کار کی بو — کیا پسند آئے اس سے ناقۂ تاتار کی بو
آج تک جس سے معطر ہے محبت کا مشام — آہ کیا چیز تھی وہ پیراہن یار کی بو

المختصر یہ کہ پیکر تراشی کی مختلف مثالیں اردو اور فارسی غزلوں میں ملتی ہیں ان تمام کا احاطہ اس مختصر سے مقالے میں سمندر کو کوزے میں بند کرنا ہوگا جو غیر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حواشی:

۱۔اردو غزل میں پیکر تراشی، ڈاکٹر شہپر رسول، ص ۲۲

۲۔اقبال کی شاعری میں پیکر تراشی، از ڈاکٹر توقیر احمد خان، پہلا اڈیشن، ۱۹۸۹ء ص، ۲۰

☆☆☆

محمد ضیاء الحق
ریسرچ اسکالر، شعبہ فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

سترہویں صدی میں بہار میں فارسی شاعری کا تنقیدی مطالعہ

بنام خدا وند جان و خرد
کزین بر تر اندیشہ بر نگزرد

ہندوستان مین فارسی زبان کا آغاز غزنویوں کے ظہور سے ہوتا ہے۔ جب محمود غزنوی نے پنجاب کے علاقے کو تسخیر کیا تو فارسی زبان ھندوستان کے شمالی مغربی علاقوں میں پھیلنے لگی اور اس زمانے کے اھل علم و دانش کے لیے فارسی زبان، ادبیات کے اظھار کا سبب بن گئی۔ جس کے نتیجہ میں تکتی، ابولفرج رونی اور مسعود سعد سلمان جیسے معروف شعرا اور ادبا وجود میں آئے۔

بعد میں جب ظہیر الدین محمد بابر ہندوستان کا فرمانروا ہوا اور ۹۳۲ھ میں ابراھیم لودی کی عظیم فوج کو شکست دی تو اس وقت فارسی ادب کی ترقی میں روانی پیدا ہوگئی۔ ھمایوں جو بابر کا فرزند تھا اسے بھی فارسی ادب سے بڑا شغف تھا۔ ھمایوں نے بھی فارسی ادب کی ترویج و ترقی ک لئے مدد کی۔ لیکن یہ مغل بادشاہ اکثر جنگ و جدال میں مصروف رہتا تھا او کبھی کبھی مشکل حالات کا بھی سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس وجہ سے مکمل طور پر فارسی ادب کی خدمت کرنے سے قاصر رہا۔ ہمایوں کے بعد جب اکبر اورنگ نشیں ہوا تو اس نے بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح فارسی زبان و ادب کی بھرپور خدمت کی۔ چونکہ اکبر بذات خود فارسی شعر و ادب سے دلچسپی رکھتا تھا اسلئے اسنے شعراء، ادباء کی دل کھول کر حوصلہ افزائی کی۔ اور اسکے ساتھ ہی اسکے دربار کے امرا جیسے عبدالرحیم خانخاناں، ابوالفتح گیلانی اور انکے علاوہ کئی دوسرے امرا کو بھی فارسی ادب سے گہرہ تعلق تھا اور انہوں نے بھی کئی معروف شعرا، وادبا کی قدردانی کی۔ یہی وجہ تھی کہ فارسی ادب اس عہد میں عروج پر پہنچا۔ بے شمار سنسکرت زبان کی کتابیں فارسی زبان میں ترجمہ ہوئیں۔

اکبر کے بعد اسکے فرزندون میں نورالدین محمد جہانگیر اور اسکے بعد شاہجہاں نے بھی فارسی ادب کی ترقی کے لیئے جو خدمات انجام دی ہیں وہ عیاں ہیں۔ اسکی خاص وجہ یہ تھی کہ یہ مغل بادشاہ خود شعر و شاعری سے گہرہ شغف رکھتے تھے۔ جھانگیر کو شعر گوئی کے علاوہ شعر شناسی اور شعر فہمی میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی۔ وہ شعر و شاعری کے اصول وضوابط سے بخوبی واقف تھا۔ عروض و بلاغت پر گہری نظر رکھتا تھا۔ مغل دور میں ایران سے بے شمار شعرا ہجرت کر کے ہندوستان آئے۔ کیونکی شعراء، ادباء کے لیئے مغل بادشاہوں کی فراخدلی دور دور تک پھیل چکی تھی اور یہی سبب رہا کہ ایران اور افغانستان سے شعرا، ادبا جوق در جوق ہندوستان جنت نشان کی طرف کھنچے چلے آئے۔ غزالی مشہدی دربار اکبری کا مشہور

شاعر اور پہلا ملک الشعراء تھا اسکے بعد فیضی فیاضی کو اکبر کے دربار میں ملک الشعراء کے خطاب سے نوازہ گیا۔علاوہ ازیں طالب آملی کو جہانگیر کے دربار میں اور ابوطالب کلیم کاشانی کو شاہجہاں کے دربار میں ملک الشعرائی کا اعجاز حاصل ہوا،اوران میں فیضی کو چھوڑ کر باقی تمام حضرات ایران سے تعلق رکھتے تھے۔اوران درباری شاعروں کے درمیان منیر لاہوری اور غنی کشمیری وغیرہ ہندوستانی شعرا تھے۔اورانکے علاوہ کئی ہندوستانی شعراء،ادباء،علماء اور فضلاء دربار میں خاص مقام رکھتے تھے اور سلاطین امرا کے مقربین میں شامل تھے۔

عہد مغلیہ کے دورۂ اخیر میں اورنگزیب کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت بکھر گئی۔شاہ عالم اول سے شاہ عالم ثانی تک کا دور مغلوں کے زوال وانحطاط کا زمانہ رہا۔گویا کہ سلطنت میں انتشار،بدنظمی اور افتراقی صورتیں پیدا ہوگئیں۔جس کے نتیجہ میں بہت سی خودمختار ریاستیں ملک کے مختلف خطوں میں ظہور میں آئیں۔اوراس طرح عظیم ترین مغل شہنشاہوں کی شان وشوکت اور قدرومنزلت زوال پزیر رہی۔یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ملک کے نظم ونسق اور انتظامی امور میں بدنظمی پیدا ہوگئی تھی مغل سلاطین کی مرکزی حکومت کمزور ہوگئی تھی اور ملک سیاسی،سماجی،اقتصادی اور ثقافتی بحران سے دوچار ہورہا تھا۔ہندوستان پر فرنگیوں کا اثر ورسوخ مضبوط ہوتا جارہا تھا۔غرضیکہ ملک میں مطلق العنانی کی سی صورت رونما ہوچکی تھی۔ملک تباہی وبربادی کے آخری منزل تک پہنچ گیا تھا اور عوام غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوچکی تھی۔تو ظاہر ہے کے ایسے نازک اور پرفتن دور میں فارسی زبان جو بتدریج ترویج وترقی کے منازل طئے کرتی ہوئی رفعت وبلندی کی طرف بڑھ رہی تھی،متاثر ہوگی۔اور ہوا بھی یہی کہ عہد مغلیہ کے زوال کے ساتھ ہی ساتھ فارسی زبان قصۂ ماضی بن کر رہ گئی۔

بہار میں فارسی ادب:

ہندوستان میں ۱۸۳۴ء تک فارسی کو سرکاری زبان ہونے کا افتخار حاصل رہا ہے اور فارسی زبان آسمان ادب پر درخشندہ ستارے کی طرح چمکتی رہی ہے۔خاصکر جہانگیر کے دور سے فرخ سیر کے جلوس تک فارسی کا اہم ترین اور قیمتی ادب وجود میں آیا۔اس زمانے میں ہندوستان کی کچھ ریاستیں فارسی ادبیات کے لئے زبان زد خاص وعام رہی ہیں۔مثلاً کشمیر،دہلی،دکن،بہار،اودھ،بنگال اور گجرات وغیرہ میں فارسی ادبیات کا مخزن رہا ہے۔اوران جگھوں سے بے شمار گویندگان ونویسندگان فارسی وجود میں آئے ہیں۔اور فارسی زبان وادب کی بے بہا خدمات انجام دی ہیں۔انہیں ریاستوں میں سے علم وادب کا سرچشمہ کہا جانے والا ریاست بہار بھی ہے کہ جہاں سے علماء،فضلاء،ادباوشعراء بے شمار پیدا ہوئے۔اورعلم وادب کو انکی مبارک ذات سے تقویت اور وسعت ملی۔یہ تذکرے اور یہ تاریخی کتابیں ان عظیم ہستیوں کی بےلوث محنت کا ثمرہ ہے کہ جس سے ہم آج مستفیض ہورہے ہیں اور آئیندہ بھی ہوتے رہیں گے۔

ہندستان میں فارسی ادب کی ترویج وترقی میں صوفیا کرام کی خدمات نمایاں ہیں۔اگرانکی خدمات کو نظرانداز کیا گیا تو نہ صرف انکے ساتھ ناانصافی ہوگی بلکہ اس موضوع ''سترہویں سے بیسویں صدی عیسوی تک بہار میں فارسی شاعری کا تنقیدی مطالعہ'' کے ساتھ بھی ناانصافی ہوگی۔اور حقیقت بھی یہی ہے کہ فارسی شعری ادب تہی دامن ہوتا اگر صوفائے سخن سرا کی جماعت اس طرف متوجہ نہیں ہوتی۔حافظؔ کے سوز،سعدیؔ کے اخلاق،رومیؔ کے عارفانہ نکات اور جامیؔ کے بصیرت

افروزافکار کو اگر فارسی شاعری سے الگ کر دیا جائے تو پھر فارسی شاعری میں کیا رہ جائیگا۔

ریاست بہار میں فارسی ادب کی ایک روشن اور تابناک تاریخ ملتی ہے۔ جب ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں یہاں مسلمانوں کی حکومت شروع ہوئی تو اسی زمانے سے فارسی زبان وادب کے اثرات نمودار ہوئے اور فارسی شاعری کی ابتداء ہوئی۔ حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری رحمۃ اللہ علیہ (۷۸۲ھ ۔۱۳۸۰) سے لیکر شادؔ عظیم آبادی (۱۹۲۷ء) تک فارسی شعر وادب کی ایک لمبی قطار ملتی ہے۔ صوبہ بہار سے قطع نظر صرف عظیم آباد پر نگاہ کیجئے تو اس دور میں سیکڑوں ایسے شعراء واد با نظر آتے ہیں جنہوں نے اس زمانے کی ادبی فضا ہموار کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ عظیم آباد، دہلی اور لکھنو کی طرح علم وادب کا مرکز رہا ہے۔ اور علوم وفنون کو جانے دیجئے ایک تذکرہ نویسی ہی کو لیجیئے اور وہ بھی شعراء سے متعلق تو عظیم آباد کا پلہ بھاری رہیگا۔ بہار میں متعدد جگہیں علم وادب اور عرفان وتصوف کے مراکز رہے ہیں۔ عظیم آباد، منیر شریف، بہار شریف اور پھلواری شریف کے علاوہ بھاگلپور، مونگیر، حاجی پور، سارن، بیتھو شریف (گیا) امجھر (گیا)، پورنیہ اور دیگر مقامات سے علم وادب کے سرچشمے صدیوں تک جاری رہے اور ابھی بھی بعض مقامات ماضی کی یادگار ہی نہیں بلکہ علم وادب اور درس وتدریس کے مراکز بھی ہیں۔

''بہار کے بعض اہم فارسی گوصوفی شعراء'' کے مؤلف کی روایت کے مطابق سترہویں صدی عیسوی میں بہت سے ایرانی ادباء وشعراء پٹنہ میں جمع ہوگئے تھے۔ صبح صادق کے مصنف مرزا صادق اصفہانی نے کلیم عارف، نادم گیلانی، محمد حسین قزوینی، محمد معزالدین یزدی اور مرزا قاسم امامی وغیرہ کا نام لیا ہے۔ جنکی موجودگی سے پٹنہ شعر وادب کا مرکز بن گیا تھا۔ اور یہ عہد بہار میں فارسی ادب کے لئے زرین دور رہا ہے۔ سترہویں صدی عیسوی نے بہار میں ایسے نامور ادباء وشعرا کو پیدا کیا جو ہند کے علاوہ بیرون ہند میں بھی تابندہ ستارہ بن کر چمکے اور آج بھی اہل بیرون ہند انکا نام ادیبوں کی سرفہرست میں رکھتے ہیں۔ یہاں پر میں ان چند فارسی گوشعراء کا ذکر ایجاز واختصار کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں جو بہار سے تعلق رکھنے کے علاوہ سترہویں صدی عیسویں میں بہار ہی میں پیدا ہوئے۔ اس لئے ذیل میں چند معروف شخصیت کی حیات اور کارناموں کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں عبدالقادر بیدلؔ کا نام سرفہرست ہے۔

بلاشبہہ سترہویں صدی عیسوی کے سب سے عظیم شاعر وادیب ابوالمعالی مرزا عبدالقادر بیدلؔ ہیں۔ بیدلؔ اس دور میں آسمان سخن پر زہرہ وثریا بن کر نمودار ہوئے۔ اور جلد ہی برصغیر پر چھاگئے۔ انکے ایک ایک پہلو پر تبصرہ کرنا اور انکے گراں قدر کارناموں اور انکے شعری فلسفہ ونکات کو ضبط تحریر میں لانا غیر ممکن ہے۔ ڈاکر سید احسن الظفر نے بیدلؔ کی حیات اور کارناموں پر ''مرزا عبدالقادر بیدل۔۔ حیات اور کارنامے'' کے نام سے دو جلدوں پر مشتمل جامع اور مستند کتابیں لکھی ہیں۔ اسکے علاوہ بیدلؔ کے حیات اور کارناموں پر کئی سیمناریں ہوئی ہیں اور اہل نظر نے بے شمار مقالے اور مضمون بھی لکھے ہیں اور وہ شائع ہوکر منظر عام پر بھی آئے ہیں۔ لیکن بیدلؔ کی ذات سے متعلق اتنے اختلافات رونما ہو چکے ہیں کہ اب تک صرف یہ واضح نہیں ہو پایا ہے کہ بیدلؔ کی پیدائش کہاں ہوئی؟ بہر کیف دانشوروں نے بیدلؔ سے متعلق جو رائے قائم کی ہیں انہیں کے حوالے سے مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

عبدالقادر بیدلؔ ۱۰۵۴ھ۔۔۴۵۔۱۶۴۴ء میں پیدا ہوئے۔ بیدلؔ نسلاً ترک تھے اور ارلاس کے چغتائی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ تمام اختلافات کو پیش نظر رکھتے ہوئے محققین کی اکثریت اس بات پر راضی ہے کہ بیدلؔ کی پیدائش عظیم آباد میں ہوئی۔ بیدلؔ ایام طفلی ہی میں سایۂ پدری سے محروم ہو گئے تھے۔ انکی کفالت کی ذمہ داری انکے چچا مرزا قلندر نے بحسن وخوبی انجام دی۔ بیدلؔ نے اپنے شفیق چچا مرزا قلندر کے زیر تربیت پرورش پائی۔ وہ ہندوستان کے واحد فارسی شاعر ہیں کہ جنکی شہرت ومقبولیت ہندوستان وافغانستان میں مسلم ہے۔ افغانستان میں بیدلؔ سے بڑا کوئی دوسرا شاعر نہیں سمجھا جاتا۔ بیدلؔ کی وفات ۴ صفر ۱۱۳۳ھ۔ ۲۴ نومبر ۱۷۲۰ء کو ہوئی۔

بیدلؔ کا انداز بیان، شوکت اور تخیل کے لحاظ سے رفعت وبلندی کا حامل ہے۔ بلند پردازی اور دقت پسندی انکی خصوصیت تھی۔ بیدلؔ کو تمثیلی شعر کہنے میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی۔ اخلاق، صبر وقناعت اور انسان دوستی کی تعلیم ان کی شاعری کے اہم جز ہیں۔ انکی شاعری میں تخیل کی بلندی کے ساتھ ساتھ ایجاز واختصار بدرجۂ اتم موجود ہے۔ ہندوستان کے آخری دو عظیم شاعر یعنی غالبؔ اور اقبالؔ، بیدلؔ سے بیحد متاثر ہیں۔ مختصر یہ کہ ان کی شاعری میں مضمون چاہے جیسا بھی ہو اور جس پایہ کا بھی ہو بیدلؔ انکے اظہار و بیان پر پوری طرح قادر ہیں۔ مثلاً قناعت کا مضمون ایک کم قیمت اور فرسودہ مضمون ہے، جسے دوسرے شعرائے فارسی نے کثرت سے باندھا ہے۔ لیکن بیدلؔ کی قادرالکلامی اور انداز بیان کی ندرت نے اس فرسودہ مضمون میں بھی ایک نئی جان ڈال دی ہے۔ اس مضمون کو بیدلؔ نے یوں ادا کیا ہے:

دنیا اگر دہند، نخیزم ز جائے خویش
من بستہ ام حنائی قناعت بہ پائی خویش

نظام الملک آصف جاہ نے بیدلؔ کو ۲۰۔۱۷۱۹ء میں دکن آنے کی دعوت دی مگر بیدلؔ نے مندرجہ بالا شعر کہہ کر جانے سے انکار کر دیا تھا۔ بیدلؔ کی تصانیف نظم ونثر کی تفصیل حسب ذیل ہیں۔

۱۔غزل:: بیدل دراصل غزل کے شہنشاہ تھے۔ انکی غزلیں کیفیت اور کمیت دونوں کے اعتبار سے خسروؔ سے قریب تر ہیں۔ لیکن خسروؔ اول و آخر صوفی شاعر ہیں اور بیدل کے یہاں تصوف اور عشق کی چاشنی کے ساتھ ساتھ فلسفہ کی گہری چھاپ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بیدلؔ نے بہترین عشقیہ شعر کہے ہیں اور بعض شعروں سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ کبھی وہ بھی عشق کی آگ میں تپے تھے:

یاد آن عیشی کہ عیش جاودانی داشتیم — سجدۂ ی چون آسماں بر آستانی داشتیم
برہمن ای بیخبر! از کیش بیدردی مباش — پیش از ین ما ہم بت نامہربانی داشتیم

۲۔رباعیات: دو ہزار رباعیوں سے کم نہیں جن کے اشعار تعداد میں ۴ ہزار ہیں۔

۳۔قطعات: مخمسات وترکیب بند ترجیع بند وغیرہ بے شمار ہیں۔

۴۔محیط اعظم: یہ مثنوی ہے، اسمیں چھ ہزار اشعار ہیں۔ یہ فردوسی کے شاہنامہ کی بحر میں ہے۔

۵۔طلسم حیرت: یہ بھی ایک تمثیلی مثنوی ہے، اسمیں بھی چھ ہزار اشعار ہیں۔ ''یوسف زلیخہ'' جامیؔ کی بحر میں

ہے۔

۶۔طورمعرفت: یہ بھی مثنوی ہے،اسمیں تین ہزاراشعار ہیں۔

۷۔عرفان: یہ مثنوی گیارہ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔تیس سالوں میں یہ مثنوی مکمل ہوئی۔ یہ حدیقۂ سنائی کی بحر میں ہے۔ بیدل کواس مثنوی پر ناز تھا۔

۸۔تنبیہ المہو سین: دوسودس اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ مثنوی زر پرستوں اورمہوسوں کی مذمت میں ہے۔

۹۔بیانیہ مثنوی: اسمیں ۱۵۳۶ اشعار ہیں،گھوڑے، ہاتھی اور تلوار کی تعریف میں لکھی گئی ہے۔

۱۰۔چہارعنصر: یہ نثر میں ہے اور بیدؔل کی آپ بیتی ہے۔ یہ چار حصوں پر مشتمل ہے۔

۱۱۔رقعات: یہ کتاب بیدؔل کے ۲۷۳ رقعات کا مجموعہ ہے۔

۱۲۔نکات: چہارعنصر کی طرح یہ بھی ایک نثری کتاب ہے۔

مختصر یہ کہ بیدؔل نے فارسی شاعری میں جو جگہ بنائی ہے وہ منفرد ہے اور عظیم بھی۔ ہندوستان کے فارسی ادب کی عمارت جن چار ستونوں پر قائم ہے ان میں ایک بیدؔل ہیں۔ باقی تین امیر خسرؔو، غالبؔ اور اقبالؔ ہیں۔ بیدؔل کی کائنات شاعری بے پایاں اور لامحدود ہے۔اس نے ہر قسم کے تجربات اور واردات کو اپنے اشعار میں نہایت کامیابی کے ساتھ پیش کیا ہے اور اسکے اظہار کے لئے اسنے جو انداز بیان اور اسلوب اختیار کیا ہے وہ نہایت اچھوتا اور دلنشیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غالبؔ نے بیدؔل کو 'محیط بے ساحل' کہا ہے۔اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ متاخرین شعراء فارسی میں بیدؔل سب سے بلند مرتبہ شاعر، حکیم اور مفکر ہیں۔

سترہویں صدی کے جید عالم اور فارسی کے صاحب دیوان شاعر ملا محمد سعد عظیم آبادی کی پیدائش عظیم آباد (پٹنہ) میں ہوئی۔اس وقت پٹنہ کا نام عظیم آباد نہیں پڑا تھا یہ نام عظیم الشان ابن عالمگیر کے زمانے میں پڑا ہے۔اس لئے وہ پٹنوی بھی کہلائے۔موصوف سترہویں صدی کے اخیر کے جید علماء وفضلا میں شمار کئے جاتے تھے۔عربی و فارسی پر عمیق نظر رکھتے تھے۔علوم معقولات و منقولات میں دسترس رکھتے تھے اور صاحب کثیر التصانیف تھے۔انکی تعداد تالیفات تقریباً پچپن تک پہنچتی ہے۔جیسا کہ انکے اس شعر سے ثابت ہے:

کنون تالیف من پنجاہ وپنج است
کہ حاصل گشتہ از بسیار رنج است

انکی مشہور تصانیف کے نام (۱) عافیہ (۲) انتخاب بے بدل (۳) قندیل (۴) میزان الاشعار (۵) اور حدیقۃ اللغۃ ہیں۔علاوہ ازیں صاحبان نشتر عشق، مجمع النفائس، صحف ابراہیم، اور سفینۂ خوشگو کی روایت کے مطابق ملا سعد صاحب دیوان شاعر بھی تھے۔ کہتے ہیں کہ اکثر غالبؔ تخلص کیا کرتے تھے، اور کبھی سعدؔ بھی تخلص کرتے تھے۔فارسی کے دو دیوان آپ کے نام ہیں۔ایک بنام غالبؔ دوسرا بنام سعدؔ۔نمونۂ کلام پیش ہے۔

ای تو مشہور بخوشروی ونازک بدنی لب میگون تو ھمرنگ عقیق یمنی

ھر گز از شرم نگفتی سخنی با عاشق غنچہ در باغ نبودہ است باین بیدھنی

حضرت ملا محمد علیم تحقیؔق: حضرت میر محمد علیم تحقیؔق ، کی پیدائش ۱۰۷۰ھ کو محلّہ مغلپورہ عظیم آباد ، میں ہوئی۔ بانوے برس کی عمر میں ۱۱۶۲ھ میں انتقال کیا۔ (اور عظیم آباد پٹنہ میں دفن ہوئے) ان کے شاگرد لالہ اجاگر الفتؔ نے تاریخ وفات کہی۔

''فرمود کہ تحقیق شدہ واصل بحق'' ۱۱۶۲ھ

تحقیق صاحب دیوان شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ جید عالم بھی تھے۔ علوم ظاہری و باطنی دونوں میں آپ کو دستگاہ کامل حاصل تھا۔ معقولات اور منقولات میں آپ کا علم وفضل نمایاں تھا۔ فن موسیقی اور تیر اندازی میں کمال حاصل تھا۔ فارسی زبان کے بڑے قادرالکلام شاعر تھے، اور ایک ضخیم دیوان اپنی یادگار چھوڑا۔ عہد عالمگیر سے تعلق رکھتے تھے۔ مرزا بیدلؔ، سجاؔد اور سید عماد الدین عماؔد تینوں کے ہمعصر تھے۔ شاعری میں مرزا معز فطرت سے اصلاح سخن لی تھی۔ نمونۂ کلام فارسی ملاحظہ فرمائیں:

حباب بحر وجودم چہ از وجود مرا کہ نیست غیر عدم در طلسم بود مرا
ھنوز صورت غیرم دو چار می گردد گرفتم این کہ دل آئینہ شد چہ سود مرا

حضرت بی بی ولیہ: حضرت بی بی ولیہ پاکباز اور ذی علم خوتون تھیں۔ آپ کے والد کا نام سید شاہ عزیز الدین انجھری تھا۔ آپ کی شادی شاہ مخدوم سے ہوئی تھی جس سے شاہ آیت اللہ جوہرؔی پیدا ہوئے۔ آپ کی بزرگی اور مکاشفات کے اس زمانے میں بہت چرچے تھے۔ اور ان میں سے کچھ واقعات تحریری شکل میں پھلواری شریف کے بعض ذاتی کتب خانوں میں موجود ہیں۔ عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں پر بڑی اچھی دستگاہ رکھتی تھیں۔ فارسی اور اردو کے قادرالکلام شاعرہ تھیں۔ تصوف پر بھی اچھی نظر تھی۔ اور اس دور کے صوفیائے کرام میں عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ ۱۹؍ جمادی الاول ۱۱۳۹ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ نمونۂ کلام پیش ہے:

ندانم کہ در روز محشر چہ باشد
کہ جرم گناھم گذشت است از حد

ہندوستان میں فارسی زبان وادب کی ترویج وترقی میں ہندوؤں کا اہم کردار رہا ہے۔ اگر ہم شاہجہاں اور اورنگزیب کے ادوار میں دیکھیں تو ایسے بہت سے ہندو عہدہ داران نظر آئینگے جنہوں نے فارسی ادب کی بیحد خدمات انجام دی ہیں۔ اور استعجاب اس بات پر ہوتا ہے کہ ہر فن میں ہندو ادباء نے طبع آزمائی کی ہے۔ جیسے تاریخ نویسی، تذکرہ نویسی ،مثنوی نگاری اور غزل گوئی وغیرہ۔ انہوں نے ہر فن میں اپنے جوہر دکھائے ہیں اور داد وتحسین لوٹے ہیں۔

یہاں پر میں گرو گوبند سنگھ سے متعلق کچھ ذکر کرنا چاہونگا کہ جو قلبی طور پر فارسی ادب سے منسلک تھے۔

سکھوں کے دسویں اور آخری گرو گوبند سنگھ نویں سکھ گرو تیغ بہادر کے اکلوتے بیٹے کا جنم ۲۶، دسمبر ۱۶۶۶ء کو پٹنہ میں ہوا۔ ایک روایت کے مطابق پیدائش کے وقت انکا نام گوبند رائے تھا۔ بچپن ہی سے گرو گوبند سنگھ اپنے والد محترم کی

طرح رات گئے تک مراقبے میں رہتے تھے۔انہوں نے گہری دلچسپی اوراشتیاق کے ساتھ سنسکرت، ہندی، پنجابی، فارسی اور عربی پڑھنی شروع کی۔لیکن ناسازگار حالات نے مزید ادب کی خدمت کا موقع نہیں دیا۔

گروگوبند سنگھ ہیکل، دراز قد اور چھریرے بدن کے خوبصورت انسان تھے۔شہزادوں کی طرح عمدہ اور قیمتی لباس پہنتے تھے۔وہ تیر، کمان، تلوار، ڈھال اور مالا، اور دیگر ہتھاروں سے لیس رہتے تھے۔تیراندازی اور بندوق کی نشانہ بازی میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے۔وہ ایک عظیم جنگجو بھی تھے۔انکا سب سے پیارا گھوڑا سرمئی رنگ کا تھا۔ایک روایت کے مطابق جب وہ گدی پر بیٹھتے تھے یا شکار کے لئے جاتے تھے تو انکے بائیں ہاتھ پر ایک باز بیٹھا ہوتا تھا۔ان سب کے باوجود گروگوبند سنگھ کی زندگی پر آشوب رہی۔اسکی وجہ یہ تھی کہ حکومت وقت سے انکا ہمیشہ اختلاف رہا۔انکا انتقال نندیڑ (دکن)میں ۱۷۰۸ء میں ہوا۔

گروگوبند سنگھ ایک صاحب دل ادیب اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک انقلابی روحانی پیشوا بھی تھے۔فارسی زبان وادب میں انکے کوئی خاص کارنامیں نظر نہیں آتے۔فقط ایک انقلابی مثنوی ''ظفر نامہ'' اور گیارہ دیگر منظوم حکایتوں پر مشتمل ''فتح نامہ'' منسوب کئے جاتے ہیں۔مگر اب تک انکی تاریخی صداقت کے بارے میں ہمیں کوئی قطعی رائے دستیاب نہیں ہوسکی ہے۔جہاں تک ''فتح نامہ'' کا تعلق ہے وہ ایسی گیارہ حکایات پر مشتمل ہے جو عام طور پر عریاں اور متانت سے گری ہوئی ہیں۔اور عام طور پر سکھ علماء گروگوبند سنگھ کی طرف انکی انتساب سے پرہیز کرتے ہیں۔البتہ ظفر نامہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ واقعی انکے قلم کا نتیجہ ہے یا انکے کسی عقیدت مند شاگرد کے قلم کا ثمرہ ہے۔

ظفر نامہ تقریباً ایک سو گیارہ اشعار پر مشتمل ہے، ان اشعار کا روئے سخن اورنگزیب کی طرف بتایا جاتا ہے۔انکا انداز باغیانہ ہے۔نظم کے بیشتر اشعار میں وزن اور عروض کی خامیاں ہیں مگر ان میں خاصہ جوش اور ولولہ ہے۔یہاں چند اشعار مثال کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں:

بہ نام خداوند تیغ وتبر	خداوند تیرو سنان و سپر
خداوندان مردان جنگ آزما	خداونداسپان پادر ہوا۔

نندلال گویاؔ: نندلال گویاؔ فارسی کے صاحب دیوان شاعر تھے۔مؤلف 'ہندوشعرائے بہار' کے قول کے مطابق ہندوشعراء میں ان سے بہتر صوفی منش فارسی گوشاعر کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔سکھوں کے نویں گروگوبند سنگھ کے رفیق و ہمدم تھے۔لمبے عرصے تک عظیم آباد اور ترہت میں رہے۔گویاؔ کی تاریخ پیدائش اور جائے پیدائش کے متعلق تذکروں میں کہیں ذکر نہیں ملتا۔میں نے انہیں اس بنا پر اپنے مقالے میں شامل کیا ہے کیونکہ یہ گروگوبند سنگھ کے دوستوں میں سے تھے۔اور گروگوبند سنگھ کی پیدائش ۱۶۶۶ء میں عظیم آباد میں ہوئی۔اس لحاظ سے گویاؔ بھی سترہویں صدی کے شاعر ہوئے۔

گویاؔ ایک صوفی شاعر تھے۔انکے کلام میں عارفانہ رنگ نظر آتا ہے۔گویاؔ ایسے دور سے تعلق رکھتے ہیں کہ جس دور میں بیدلؔ جیسا سبک ہندی کا سچا مقلد گذرا تھا۔بلندؔ پروازی، پیچیدگی اور دقت پسندی ان کی خصوصیت تھی۔اس عہد میں یعنی سترہویں صدی میں سبک ہندی کو عروج حاصل تھا۔لیکن ان سب کے باوجود گویاؔ کی شاعری خصوصیات سبک

ہندی سے پاک وصاف ہے۔اشعار کی زبان نہایت سلیس اور سادہ ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سبک خراسانی کے طرز کو اپنایا ہے اور حافظؔ شیرازی کی تقلید کی ہے۔ذیل میں گویاؔ کی ایک غزل قارئین کے پیش نظر ہے جو عارفانہ وصوفیانہ افکار و افعال سے آراستہ وپیراستہ ہے:

☆از دوست غیر دوست تمنا نمی کنیم
با دردسر خوشیم و مداوا نمی کنیم
☆پروانہ وار گردرخ شمع جان دہیم
چون عندلیب بیھودہ غوغا نمی کنیم
گویاؔخموش باش کہ سودائی عشق یار
تا این سراست از سر خود وا نمی کنیم

مختصر یہ کہ سترہویں صدی عیسوی بہار میں فارسی شاعری کے لئے زرّین دور رہا۔اس دور میں عالمی شہرت یافتہ شاعر پیدا ہوے۔انکی ذات سے فارسی ادب کو بے انتہا وسعت وفراخی نصیب ہوئی۔بعد کے آنے والے ادوار میں بھی فارسی ادب بتدریج ترقی و بلندی کی مسافت طئے کرتی رہی جس کے نتیجے میں بڑے بڑے عظیم الشان فارسی کے صاحب دیوان شعراء وجود میں آئے۔عوام کے درمیان ان کی خوب پذیرائی ہوئی اور دادو تحسین سے نوازے گئے۔

منابع وماخذ:

(۱) ہندوستانی فارسی ادب، پروفیسر سید امیر حسن عابدی، انڈو پرشین سوسائٹی، دہلی،۱۹۸۴ء
(۲) انیس الاحبا، موہن لعل انیس، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ،۱۲۲۹ء
(۳) بہار میں بعض اہم فارسی گو صوفی شعراء، ڈاکٹر سید امام الدین، اسرار کریمی پریس، الہ آباد، یوپی،۱۹۸۷ء
(۴) چکیدہ تاریخ ادبیات ایران، (حصہ شعر) ڈاکٹر منظر امام، بھارت آفسیٹ پرنٹرز، دہلی،۲۰۰۰ء
(۵) فارسی ادب بہ عہد اورنگ زیب، ڈاکٹر نورالحسن انصاری، کوہ نور پریس، دہلی،۱۹۶۹ء
(۶) معارف، جولائی ۱۹۶۴ء، جنوری ۱۹۳۲ء
(۷) صوفیائے بہار اور اردو، پروفیسر محمد معین الدین، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، کراچی، پاکستان،۱۹۷۲ء
(۸) تاریخ شعرائے بہار، (جلد اول) سید عزیز الدین احمد بلخی، دی قومی پریس لیمیٹیڈ، بانکی پور پٹنہ،۱۹۳۱ء
(۹) المجیب، خصوصی شمارہ، مدیر ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری، دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف، پٹنہ، بہار،۳۵۔۱۴۳۴ھ
(۱۰) گرو گوبند سنگھ، ڈاکٹر گوپال سنگھ، مترجم مخمورؔ جالندھری نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا، نئی دہلی، جولائی ۱۹۷۱ء
(۱۱) تذکرہ ہندو شعرائے بہار، فصیح الدین بلخی نیشنل بک سینٹر، ڈالٹین گنج، پلاموں،۱۹۶۲ء

☆☆☆

ارمان احمد
مدیرسہ ماہی ''عرفان''، عرفان ایجوکیشنل سوسائٹی، اولہن پور، چھپرا، بہار

مخدوم شاہ طیب بنارسی احوال وآثار

دریائے گنگا کے کنارے آباد بنارس ہندوستان ہی نہیں دنیا کا قدیم ترین، مشہور ومعروف علمی اور روحانی شہر ہے۔ یہ شہر ہندو، بدھ، اور جین تینوں مذاہب کے ماننے والوں کے لیے مقدس ہے۔ اس کا ایک نام کاشی بھی ہے۔ اس کا ایک نام کاشی بھی ہے۔ سنسکرت زبان میں کاشی کے معنی ہیں روشن، یعنی علم ومعرفت سے روشن اور تابناک شہر۔ بنارس جہاں ایک طرف ہندوؤں اور دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے لیے مقدس ہے تو وہیں مسلمانوں کے لیے بھی یہ باعظمت شہر ہے۔ یہ شہر اسلامی روایت کا بھی حامل ہے۔ اس کی خاک میں بہت سے علما ومشائخ مدفون ہیں جنھوں نے اپنے علم وتقویٰ سے اس سرزمین کو اسلامی افکار وخیالات کا نمونہ بنایا تھا۔ عربی، فارسی، سنسکرت، ہندی، اردو تمام زبانوں میں ہر دور میں بنارس کے علما وفضلا نے مختلف جہت سے تصنیف وتالیف کا کام کیا اور ان کے علمی وادبی خدمات کا زمانہ معترف ہے۔ پانچویں صدی ہجری سے لیکر آج تک بنارس کے علمی خاک سے نہ معلوم کتنے علما ومشائخ پیدا ہوے اور مختلف اسلامی علوم وفنون کی ترویج واشاعت کی جن کی فہرست بہت طویل ہے۔

تاریخ کے مطابق مسلمان ۴۱۰ھ سے ۵۸۰ھ کے درمیان راج کھاٹ سے لے کر چوکا کھاٹ کے درمیانی علاقوں میں سب سے پہلے آباد ہوے۔ اس دور میں مسجدوں، خانقاہوں، اور مدرسوں کی تعمیرات ہوئیں۔ علما ومشائخ نے درس وتدریس کے ذریعہ لوگوں کو دینی واخلاقی تعلیم سے روشناس کرایا۔ جن بزرگوں نے ابتدا میں رشد وہدایت اور اخلاق ومحبت کی تعلیم دینے میں جانفشانیوں سے کام لیا ان میں شیخ محمد ادریس (۴۶۲ھ) خواجہ نعیم کابلی (۵۹۷ھ) اور مولانا عزیز اللہ یمنی (۷۶۴ھ) جیسے اکابر علما ومشائخ تھے۔ انہی علما میں سے ایک حضرت مخدوم شاہ طیب بنارسی کی ذات اعلیٰ صفات بھی ہے۔ آپ کا نسب خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق تک پہنچتا ہے۔ آپ کے جداعلیٰ شیخ خلیل فاروقی جزیرہ نما عرب سے ہندوستان تشریف لائے اور ضلع غازی پور کے علاقہ بھتری میں سکونت اختیار کی۔ جہاں ان کی کثرت سے اولادیں ہوئیں ان کے پوتوں میں سے دو بھائی بندگی شیخ فرید اور شیخ داوود تحصیل علم کی غرض سے بنارس تشریف لائے اور پھر بنارس میں ہی مستقل سکونت اختیار کرلی۔

شاہ طیب بنارسی کی ولادت ۹۶۱ھ میں بنارس میں ہوئی۔ آپ کے والد شیخ معین الدین بن شیخ حسن بن شیخ داؤد تھے۔ آپ کے والد کا انتقال آپ کے بچپنے میں ہی ہوگیا تھا، جب کی آپ کی عمر صرف دس سال تھی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی شروع ہوئی۔ پھوپھی سے قرآن پاک پڑھی اس کے بعد حضرت میاں شیخ نظام الدین کے مدرسہ میں داخل

ہوے اوران سے صرف اور نحو کی بعض کتابیں پڑھیں۔مزید حصول علم کی کشش آپ کو شیراز ہند جون پور کھینچ لائی۔ جہاں بے شمار علما، فضلا علوم وفنون کی ترویج واشاعت میں مصروف تھے۔آپ نے شیخ نوراللہ بن طہ انصاری (متوفی ۱۰۱۲ھ) کی درسگاہ میں حاضر ہوئے، شیخ کے درسگاہ کی بہت شہرت تھی۔آپ نے شیخ نوراللہ انصاری سے ''شرح وقایہ'' اور ''حسامی'' وغیرہ پڑھی۔فقہ اور اصول کی بعض کتابیں دوسرے اساتذہ سے بھی پڑھیں۔علامہ عبدالحی الحسنی رقم طراز ہیں۔

''وقرا القران وبعض الرسائل المختصرة فی بیتہ، ثم قرا الصرف والنحو فی مدرسۃ الشیخ نظام الدین البنارسی، ثم سافر الی جونپور وقرا علی الشیخ نوراللہ بن طہ الجونپوری ''شرح الوقایۃ'' و''الحسامی''، ثم رجع الی بنارس وتزوج بہا واقام ثلاث سنوات، ثم تردد الی جونپور وقرا بعض کتب الفقہ والاصول''

شاہ طیب بنارسی سلسلہ عالیہ چشتیہ کے جلیل القدر بزرگ حضرت مخدوم خواجہ کلاں جھونسوی (۱۰۰۴ھ) کی خدمت میں پہنچے اور شیراز ہند میں بیعت وخلافت سے مشرف ہوئے۔اس کے علاوہ شیخ تاج الدین جھونسوی نے سلسلہ چشتیہ میں بیعت لے کر خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔آپ اپنے بیعت کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''حضرت مولانا (تاج لاعلما حضرت شیخ تاج لدین جھونسوی) نے اسی وقت شیرینی منگوائی، پیروں کی ارواح کو ایصال ثواب کیا، بندہ کو تلقین توبہ کی، کلاہ ارادت اپنے فرق مبارک سے اتارکر اپنے دست عالی سے اس غریب کے سر پر رکھا، مقراض چلائی (۱)، بندہ کے سلسلے میں پوری توجہ مبذول رکھی اور رخصت فرمایا۔''

علاوہ ازیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے آپ کی دہلی میں ملاقات ہوئی جب آپ پیران سلاسل کے مزارات کی زیارت کی غرض سے دہلی پہنچے۔شیخ نے آپ کو سلسلہ قادریہ کی خلافت واجازت عطا فرمائی۔آپ کے مرشد حضرت خواجہ کلاں، حضرت تاج الدین جھونسوی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے وقت کے جید عالم اور کامل صوفی تھے۔''گنج ارشدی'' کے حوالہ سے علامہ عبدالحی الحسنی ''نذہۃ الخواطر'' میں رقم طراز ہیں۔

''الشیخ العالم الصالح خواجہ کلان بن نصیر الدین الحنفی الصوفی الجھونسوی الالہ آبادی، احد المشایخ المشھورین، ولد ونشا بجھوسی ماوراء نھر گنگ من بلدۃ الہ آباد، وقرا بعض الکتب الدرسیہ علی والدہ، ثم سافر الی جونپور باذن والدہ ایاما قلیلۃ، ثم سافر الی شاہ پور وقرا علی من بہا من العلماء فی بعض سنین''۔

شیخ تاج الدین جھونسوی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''الشیخ العالم النحوی الفقیہ تاج الدین بن منہاج الدین الصدیقی الجھوسوی الالہ آبادی احد المشایخ المشھورین انتقل اسلافہ من دہلی الی شیخ پور فسکنو بہا،......ثم سافر الی جونپور وقرا الدرسیات الی ''منارالاصول'' علی الشیخ نوراللہ بن طہ الانصاری الجونپوری، وتطبب علی الشیخ المعمر حاجی محمد المداری وصنف الرسائل فی معرفۃ النباتات والحیوانات، وصنف کتابا مفیدا فی الطب سماء ''تاج المجربات''، وھی فی مائۃ کراسۃ۔''

آپ تعلیم وتربیت کے سلسلے میں بہت محتاط تھے۔رشد وہدایت کے ساتھ درس وتدریس میں بھی مشغول رہتے۔ آپ نے طلبہ کے لیے باقاعدہ کسی مدرسہ کا قیام یا کوئی اورانتظام نہیں کیا تھا تاہم جہاں کہیں ہوتے درس وتدریس کے فرایض انجام دیتے۔کثیر تعداد میں طلبہ آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔سلام اللہ صدیقی ''علماء بنارس کا شاندار ماضی'' میں لکھتے ہیں۔

''آپ کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد وظیفہ پڑھتے۔ پھراشراق پڑھنے کے بعد تلاوت کرتے، ہر ہفتہ ایک قرآن ختم کرتے۔دوپہر میں تھوڑی دیرآرام فرماتے پھر بعد نماز ظہر طلبا کو درس دیتے اور مریدوں کو نصیحت فرماتے۔''

آپ طلبہ کو جامع اور دلچسپ انداز میں پڑھایا کرتے تھے۔مشکل باتوں کو آسان اسلوب اور دلچسپ پیرایہ میں اس طرح سمجھاتے کی ساری دشواریاں حل ہو جاتیں۔شیخ یٰسین جھونسوی فرماتے ہیں۔

''اس فقیر نے کچھ حصہ کتاب ''نزہتہ الارواح'' کے آپ کی خدمت میں پڑھے اور طرح طرح کے فیوض حاصل کیے۔آپ حقایق کے مشکلات کو حل کرنے والے اور نازک باتوں کی دشواریوں کو بیان کرنے والے تھے۔''

آپ نے اپنے جلیل القدر خلیفہ حضرت شیخ محمد رشید مصطفیٰ عثمانی (متوفی ۱۰۸۳ھ) کو بنارس سے جونپور رخصت کرتے وقت درس وتدریس کی بہت تاکید فرمائی اور فرمایا کہ صبح کے وظیفہ کی جگہ طلبہ کو درس دیا کرو کیوں کے یہ بھی عبادت ہے۔اکثر خطوط میں اس کی تاکید بھی ہوتی تھی۔ایک مکتوب میں یوں تحریر ہے۔

''ہموارہ بدرس وتدریس بودہ بررضائے رحمت چشم دارند کہ حق تعالی رادرروز وشب ہزار رحمت ست کہ برخلق نازل می شود۔''

(درس وتدریس کے ساتھ تعلق استوار رکھو اور رضائے رحمت کی جانب لولگائے رہو، کیوں کہ اللہ تعالی اپنے مخلوق پر شب وروز ہزار ہار حمتیں نازل فرماتا ہے۔)

ایک دوسرے مکتوب میں اس طرح ہے۔

''می خواہد کے برائے شما فرمان بوساطت نواب از پادشاہ طلب نماید تا شما دریں بنارس استقامت نمودہ درس فرمائید کہ دریں کان کفر رواج اسلام باید۔''

(نواب کے ذریعے بادشاہ وقت سے تمہارے لیے فرمان حاصل کیا جارہا ہے کہ تم بنارس میں قیام کرو اور درس وتدریس کی محفل آراستہ کرو، تاکہ اس کفرستان میں اسلام کی اشاعت ہو سکے۔)

آپ کی تصانیف میں ایک ضخیم کتاب ''صلوٰۃ طیبی'' کا نام ملتا ہے۔یہ کتاب اسلامی عقاید وعلوم خصوصاً فقہ حنفی، تصوف اور دیگر علوم پر مشتمل ایک نادر ونایاب تصنیف ہے۔فقہ اور فتاوی کی متعدد کتابوں میں اس کے حوالے کثرت سے ملتے ہیں۔تیرہویں صدی ہجری کے مایہ ناز عالم مولانا رضا علی حنفی بنارسی (۱۳۱۲ھ) نے اپنی تصنیف ''فیوض الرضا'' کو صلوۃ طیبی کے حوالوں سے مزین کیا ہے۔''فیوض الرضا'' میں مولانا رضا علی رقم طراز ہیں۔

''قال العالم العالم العارف الکامل المحقق الدقق الشیخ الطیب البنارسی فی الصلوۃ طیبی رحمہ اللہ تعالی... ''

یہ کتاب فارسی زبان میں اکتالیس ابواب پر مشتمل ہے۔مصنف نے اس کتاب کی تصنیف کی سبب دیباچہ میں یہ لکھی ہے۔''جاننا چاہیے کہ نماز کے ارکان یعنی فرائض وواجبات اور سنن مستحبات کے بارے میں چند کلمہ جمع کرنے کا سبب یہ ہوا کہ ہمارے کچھ فارسی خواں دوستوں نے اس کا مطالبہ کیا جوتصوف کی کتابوں مثلاً ''نزہتہ الارواح، لمعات'' اورمشائخ کبار کے دیگر ملفوظات ومکتوبات یعنی''موردالمعانی،رشحات'' وغیرہ کے مطالعے وغیرہ کا شوق رکھتے ہیں۔''

اس کتاب میں ایک باب اور اکتالیس فصل ہیں۔ہر فصل الگ الگ احکام کے بیان میں ہے۔(ایمان کا بیان، علم واخلاص کا بیان، فرض عین اور فرض کفایہ کا بیان، علما دین اور علما دنیا کا بیان، پاکی اور نماز کا بیان، بول و براز کا بیان، استنجا، استنقا اور استبرا کا بیان، گناہ سے اجتناب کا بیان، اقسام وضو کا بیان، وضو کے فرایض وسنن کا بیان، وضو کے مفسدات ومکروہات کا بیان، غسل اور موجبات غسل کا بیان، سورج گرہن اور چاند گرہن کا بیان، غنا پر فقر کی فضیلت کا بیان، سماع، رقص، وجدان اور ان کی شرائط کا بیان، فرشتوں، صاحبان اوصاف بندوں کے احوال ومقامات کا بیان، مومن کے اپنے اوقات صرف کرنے کا بیان، قرآن کی قرأت وتلاوت کے آداب کا بیان، ابتداے دنیا، آفتاب و ماہتاب، آسمان و زمین، جنت و دوزخ، انبیاے کرام، خلفاے عظام، اولاد نبی اور ازواج مطہرات وغیرہ جیسے عنوانات پر فصلیں قائم کی ہیں)۔مولانا سیف الدین شمسی نے''صلوۃ طیبی'' کا بہت ہی عمدہ اردو ترجمہ کیا ہے۔ جسے شاہ عبدالعلیم آسی فاؤنڈیشن نئی دہلی نے''دینی احکام'' کے نام سے۲۰۱۴ء میں شایع کیا ہے۔

آپ کے بہت سے خلفا اور شاگرد تھے جن میں تین بہت باکمال تھے۔(۱) حضرت شیخ محمد رشید مصطفیٰ عثمانی جونپوری (۲) حضرت شیخ یسین جھونسوی (۳) حضرت شیخ ناصرالدین جھونسوی۔حضرت شیخ محمد رشید اپنے وقت کے جید عالم اور صوفی الکامل تھے۔آپ طلبہ کو درس دینے کے علاوہ تصنیف وتالیف میں ہمیشہ مشغول رہتے تھے۔آپ کی مایہ ناز تصنیف الرشیدیہ، زادالسالکین، خلاصۃ النحو، بدایۃ النحو، شرح اسرار المخلوقات، مقصودالطالبین، ہدایۃ الحکمت، مکتوبات رشیدی اور دیوان شمسی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔شیخ یسین جھونسوی کی ولادت ۱۰۲۲ میں جونپور میں ہوئی۔آپ بہترین عالم اور کامل صوفی تھے۔آپ کو تصنیف وتالیف کا بھی شوق تھا۔''مناقب العارفین'' کے نام سے ایک جامع تذکرہ فارسی زبان میں دو جلدوں میں آپ نے تحریر فرمایا ہے۔

ابتدا میں آپ کو سماع سے بہت شغف تھا وجد ورقص بھی فرماتے تھے۔آخر وقت میں سماع سے پرہیز فرماتے تھے۔آپ نے بہت ہی جانفشانی سے بنارس اور اطراف میں پھیلے بدعات وخرافات کا قلع قمع کیا۔آپ سربکف ہوکر بدعات وخرافات کے لیے میدان عمل میں آئے اور احیاے دین وسنیت، امر معروف ونہی منکر میں ہمہ تن مصروف رہے۔شادی کے موقع پر بہت سے رسم ورواج مشرکوں جیسے تھے آپ نے ان کی شدید مخالفت کی۔لڑکی کی پیدائش پر غم و غصہ کرنے والوں پر غضبناک ہوتے۔آپ کی جرائت وبے باکی اور حق گوئی کے بارے میں حضرت شیخ مصطفیٰ عثمانی جونپوری کے مرید حضرت نصرت جمال ملتانی ایک واقعہ نقل کرتے ہوے لکھتے ہیں۔

''اکبر بادشاہ کے زمانے میں جامع مسجد بنارس میں جب خطیب نے خطبہ میں اکبر بادشاہ کا نام لیا، شیخ نے ہاتھ

پکڑ کر نیچے اتار دیا اور فرمایا ''تو نے خطبہ میں ایک کافر کا نام لیا''۔

سلام اللہ صدیقی نے اپنی کتاب ''علماے بنارس کا شاندار ماضی'' میں بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور جامع بنارس کی جگہ'' گیانباپی'' لکھا ہے۔

> ''ایک بار گیانباپی کے خطیب نے خطبہ میں اکبر کا نام ادب واحترام سے لیا تو آپ آپے سے باہر ہوگئے اور چاہا کے آگے بڑھ کر خطیب کا گریبان پکڑ کر اسے ممبر سے نیچے کھینچ لیں۔''

اکثر بدعتیں جو اس دیار میں پھیلی تھیں ان سب کو آپ نے دور فرمایا اور جاہلوں کی وہ رسمیں جو لوگوں میں پھیلی ہوئی تھیں سب کو ختم کیا۔ آپ کا انتقال ۸ شوال ۱۰۴۲ھ کو جھونسی میں ہوا۔ آپ کے تلمیذ شیخ ناصر الدین جھونسوی آپ کی نعش مبارک کو لے کر منڈواڈیہ، بنارس آئے اور یہیں آپ کی تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔ فاضل وقت شیخ مسعود اسودیؔ بنارسی نے بہت عمدہ تاریخ وصال کہی ہے۔

شیخ روشن دل کہ اہل عرش و فرش — نام پاک او بہ پاکے می برند
کرد چوں بر عالم بالا صعود — رخت خود بر عرش سبحانی فگند
یافت تاریخ عروجش اسودیؔ — جلوہ گاہ او شد عرش بلند

''جلوہ گاہ او شد عرش بلند'' سے سال وفات ۱۰۴۲ھ نکلتا ہے۔

(۱) اس سلسلہ میں بیعت کے وقت مرید کو شیرینی لے کر حاضر ہونا ہوتا ہے۔ مرید کرنے کے بعد کلاہ چہار تر کی پہناتے ہیں۔ جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کلاہ چہار تر کی پہنانے سے پہلے مقراض رانی کرتے ہیں۔ پہلے پیشانی کے چند بال کاٹتے پھر داہنی جانب کے کچھ بال اور پھر بائیں جانب کے کچھ بال، اگر مرید کے سر پر بال نہ ہو تو صرف مقراض کر دیتے ہیں۔ پھر ہدایتیں کرتے ہیں جو طویل ہوتی ہے۔

مراجع ومصادر۔

(۱) الحسنی، عبدالحئی۔ نذہۃ الخواطر۔ بیروت: دار ابن حزم، ۱۹۹۹ء۔ پرنٹ
(۲) بنارسی، مخدوم شاہ طیب۔ صلوۃ طیبی موسوم بہ دینی احکام۔ نئی دہلی: شاہ عبدالعلیم آسی فاؤنڈیشن۔ ۲۰۱۴ء۔ پرنٹ
(۳) جھونسوی، شیخ یٰسین۔ (ترجمہ۔ سمنانی پروفیسر سید غلام)۔ (ترجمہ) مناقب العارفین۔ جونپور: خانقاہ رشیدیہ۔ ۲۰۰۰۔ پرنٹ
(۴) صدیقی، سلام اللہ۔ علماے بنارس کا شاندار ماضی۔ وارانسی: تنویر بک ڈپو، ۱۹۹۴۔ پرنٹ
(۵) صفوی، حسن سعید۔ الاحسان۔ الہ آباد: شاہ صفی اکیڈمی۔ ۲۰۱۲۔ پرنٹ
(۶) کاتب، عبدالحمید۔ سمات الاخیار۔ بہرائچ: کلیل المطابع۔ ۱۳۴۴ھ۔ پرنٹ
(۷) نعمانی، عبدالسلام۔ تذکرہ مشائخ بنارس۔ وارانسی: پرنٹیا پبلی کیشن۔ ۲۰۱۳ء۔ پرنٹ

☆☆☆

میراث خطی

سید کلیم اصغر (ڈاکٹر)
شعبہ فارسی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

''غالب انسٹی ٹیوٹ کی فخر الدین علی احمد ریسرچ لائبریری میں دیوان مخفی کے قلمی نسخے کا ایک تعارف''

جیسا کہ آپ حضرات بخوبی واقف ہیں کہ غالب انسٹی ٹیوٹ (ایوان غالب) کی بنیاد ۱۹۶۹ء میں غالب کی سوویں برسی کے موقع پر رکھی گئی۔ یعنی یہ عظیم ادارہ ۱۹۶۹ء سے اپنی علمی ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں کی بنا پر عالمی شہرت حاصل کر چکا ہے۔ بلا مبالغہ اتنے کم عرصے میں جو شہرت و مقبولیت اس ادارہ (انسٹی ٹیوٹ) کو حاصل ہوئی وہ شاید کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوسکی۔ غالب انسٹی ٹیوٹ جہاں اپنی دیگر ادبی و علمی سرگرمیوں میں نمایاں شناخت رکھتا ہے وہیں اس انسٹی ٹیوٹ میں واقع فخر الدین علی احمد ریسرچ لائبریری بھی نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ اس لائبریری یعنی کتابخانہ میں تقریباً ۲۰,۰۰۰ ہزار کتابیں غالب اور ان کے عہد سے متعلق مطبوعہ و غیر مطبوعہ شکل میں موجود ہیں۔ اس لائبریری کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں موجود زیادہ تر کتابوں کا تعلق ۱۷ویں، ۱۸ویں اور ۱۹ویں صدی سے ہے۔ اس لیے یہ لائبریری ایک امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔ ڈائریکٹر غالب انسٹی ٹیوٹ جناب ڈاکٹر رضا حیدر صاحب کے مطابق تقریباً چار ہزار کتابیں فارسی کی مختلف موضوعات پر اس لائبریری میں موجود ہیں جو کہ فارسی زبان و ادب کے محققین کے لئے خاصہ ذخیرہ ہے۔ ان کے علاوہ تقریباً دوسو غیر مطبوعہ یعنی قلمی نسخے بھی اس کتاب خانہ کی زینت ہیں جن میں بیشتر کا تعلق فارسی سے ہے۔ اور بعض اردو کے بھی نسخے ہیں۔ فارسی مخطوطات کی فہرست میں دیوان حافظ شیرازیؔ، دیوان بیدلؔ، دیوان بہادر شاہ ظفرؔ، دیوان مرزا غالبؔ، انیس الارواح اور دیوان مخفی جیسے عظیم قلمی نسخے تاریخ، ادب اور ثقافت کے اہم مآخذ ہیں۔ اس لئے ناچیز نے مناسب جانا کہ غالب انسٹی ٹیوٹ کی لائبریری میں موجود دیوان مخفی کے قلمی نسخے کا تعارف کرایا جائے۔ اس سلسلے میں خاکسار نے جناب رضا حیدر صاحب سے رابطہ کیا موصوف نے، خود اور آپ کے ہمکاران جناب عبد الواجد صاحب اور ڈاکٹر سہیل صاحب نے کسی بھی طرح کے تعاون سے دریغ نہیں کیا۔ لہٰذا میرا فریضہ ہے کہ میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کروں جنہوں نے ناچیز کی ہر طرح سے مدد کی اور ان تمام افراد کے تعاون سے میرا یہ مختصر مقالہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔

دیوان مخفی بھی دیگر قلمی نسخوں کی طرح غالب انسٹی ٹیوٹ کے قلمی ذخیرہ کا ایک اہم نسخہ ہے جو کہ شمارہ م/دم ۱۷۵۱۷ کے تحت اس لائبریری میں موجود ہے قبل اس کے کہ اس قلمی نسخے کا تعارف پیش کیا جائے مناسب ہوگا بطور مختصر مخفی کے احوال پر روشنی ڈالی جائے۔

جن کا نام زیب النساء اور تخلص مخفی تھا والد کا نام اورنگ زیب عالمگیر تھا۔ زیب النساء کا شمار فارسی زبان کی عمدہ شاعرات کی فہرست میں ہوتا ہے۔ بقول کیومرث امیری:

''وی را بحق باید بزرگترین شاعرہ فارسی زبان ہند محسوب داشت'' (۱)

مخفی کی پیدائش ۱۰۴۸ھ میں ہوئی اور ۱۱۱۳ھ ق یعنی ۶۵ سال کی عمر میں دار فانی سے عالم جاودانی کا سفر اختیار کیا۔ مخفی کو شعر گوئی کا بچپن سے شوق تھا اور اکثر و بیشتر گھر میں ادبی محافل منعقد ہوتیں۔ آپ کے احوال کے ضمن میں فی البدیع شعر گوئی کا ذکر ملتا ہے۔ زیب النساء کو عربی و فارسی دونوں زبانوں پر مہارت حاصل تھی اور قرآن مجید بھی حفظ کیا تھا۔ اس کے علاوہ خط نستعلیق وشکستہ سے بھی بخوبی واقفیت تھی۔ بقول ڈاکٹر محمد معین:

''زیب النساء (بیگم) متخلص بہ مخفی دختر عالمگیر بادشاہ ہند (و۱۰۴۸ ف۱۱۱۳ ہجری ق۔) وی زنی ادیب و دانش دوست و ہنر پرور بود۔ با دبیات فارسی و عربی علاقہ وافر داشت و قرآن را حفظ بود۔ خطہای نستعلیق وشکستہ را نیک مینوشتہ وگاہ شعر میسرودہ و در بدھیہ چیرہ دست بود'' (۲)

مخفی نے عرفی شیرازی کی پیروی کی آپ کا کلام سبک ہندی کی خصوصیات کا آئینہ دار ہے۔

نسخے کا تعارف:

جیسا کہ ذکر کیا گیا دیوان مخفی کا قلمی نسخہ م/ دم ۱۷۵۱۷ اشارے کے تحت فخر الدین علی احمد ریسرچ لائبریری غالب انسٹی ٹیوٹ میں موجود ہے۔ نسخہ مذکور خط نستعلیق میں نہایت صاف لکھا ہوا ہے لیکن وسط نسخہ غالباً پانی گرنے کے سبب بعض صفحات پر روشنائی پھیلنے کی وجہ سے پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے لیکن پھر بھی بامشقت پڑھے جا سکتے ہیں۔ دیوان مخفی کا یہ نسخہ ۲۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ نسخہ دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صفحہ بندی بعد میں انجام پائی ہے۔ پہلے اس نسخہ میں صفحہ بندی نہیں ہوئی تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ صفحات کی پہچان کے لئے جو قدیم روش ''رکابہ'' ہے یعنی آنے والے صفحے کے پہلے لفظ کو صفحے کے آخر میں یعنی جہاں آخری سطر تمام ہوتی ہے کنارے پر لکھ دیتے ہیں اور یہ روش اس نسخہ میں موجود ہے۔ ہاں بعد میں غالباً جب اس کی مرمت ہوئی تب پینسل سے صفحہ بندی کی گئی ہے۔ دیوان مخفی کے اس نسخے کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوکر ذیل کی غزل سے ہوتا ہے:

ای ز ابر رحمتت خورم (خرم) گل و بستان ما — گفتگوی حرف عشقت مطلع دیوان ما
موبموی ما انا الحق گو، ز شوق دار — تشنۂ خونِ محبت ظاہر و پنہان ما
العطش گویان بہ کشتی فنا ہر گوشۂ — مصد ہزاران نوح غرق موجۂ طوفانا
گر قبول افتد ز ما در بندگی یک جو نیاز — چون سلیمان سر نپیچد دیو از فرمان ما
در شکیبائی چونی ای دل بہ آہ و نالہ ساز — نیست چون درمان پذیر این درد بیدرمان ما
قطرۂ اشکی نیابد رہ بروی ما دگر — بسکہ خون دل گرہ شد بر سر مژگان ما
گر ز ظلمات ہوس بیرون نہم مخفی قدم — رہ نیابد خضر سوی چشمۂ حیوان ما (۳)

نسخے کے پہلے صفحے پر تھوڑی خالی جگہ چھوڑ کر بسم اللہ۔۔۔۔لکھی گئی ہے اور اس کے بعد سات سطروں میں اشعار تحریر کئے گئے ہیں۔یعنی پہلے صفحہ پر بسم اللہ کے بعد سات سطریں ہیں اور باقی صفحات پر گیارہ گیارہ سطریں پورے دیوان میں ہیں اور دونوں مصرع ایک سطر میں لکھے گئے ہیں لیکن مقطع کے دونوں مصرع الگ الگ سطر میں یعنی دو سطروں میں لکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں غزل ختم ہوگئی اب اس کے بعد دوسری غزل شروع ہو رہی ہے لیکن بعض صفحات پر کاتب نے بھول سے بنا دو سطروں میں مقطع کے مصرعوں کو لکھے یعنی ایک ہی سطر میں لکھ کر غزل ختم کردی اگر غور سے نہیں دیکھا جائے تو پتا نہیں چلتا کہ نئی غزل شروع ہوئی یا نہیں۔مثال کہ طور پر ص:۱۵۴ پر ردیف نون میں ''عاشقی باید بکوی یار بیمار آمدن'' میں نسخے کی روش کے برخلاف بنا فاصلے کے فوراً وہیں سے ''دوش چون ماہ جمالت بی حجاب آمد برون'' شروع ہوگئی اسی طرح پورے نسخے میں چند مقامات پر کاتب کی بے توجہی صاف ظاہر ہوتی ہے۔

دیوان مخفی کے اس نسخے میں غزلیات ردیف کے مطابق یعنی الف سے یا تک دی گئی ہیں۔غزلیات کی ترتیب کچھ اس طرح ہے:

ردیف ''الف'':۵۰غزلیات	ردیف ''ب'':۹غزلیات	ردیف ''ت'':۱۳۵غزلیات
ردیف ''ث'':ایک غزل	ردیف ''ج'':ایک غزل	ردیف ''چ'':۲غزل
ردیف ''ح'':۳غزل	ردیف ''خ'':۳غزل	ردیف ''د'':۱۲۱غزلیات
ردیف ''ر'':۱۳غزلیات	ردیف ''ز'':۹غزلیات	ردیف ''س'':۵غزلیات
ردیف ''ش'':۱۵غزلیات	ردیف ''ص'':ایک غزل	ردیف ''ط'':ایک غزل
ردیف ''غ'':ایک غزل	ردیف ''ف'':ایک غزل	ردیف ''ق'':۲غزل
ردیف ''گ''۳غزل	ردیف ''ل''۷غزل	ردیف ''م'':۴۹غزل
ردیف ''ن'':۱۸غزل	ردیف ''و'':۵غزل	ردیف ''ہ'':۶غزل

اور ردیف ''ی'' میں ۱۲غزلیں موجود ہیں۔اس طرح دیوان میں غزلیات کی کل تعداد ۳۷۴ ہوتی ہیں۔

ایک اور مقام پر کاتب نے نسخے کو نقل کرتے وقت بے توجہی سے کام لیا ہے۔ردیف ''ث'' کے بعد ردیف ''ج'' آنا چاہیے تھی لیکن کاتب نے ''ث'' کے بعد ردیف ''چ'' کی غزل لکھی ہے۔پھر ''ج'' کی غزل اور اس کے بعد پھر ردیف ''چ'' کی غزل نقل کردی۔لیکن کاتب نے ترقیمہ میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ انسان غلطیوں کا مجموعہ ہے۔اس سے غلطی ہو سکتی ہے۔مذکورہ نسخے میں صفحہ ۵ سے صفحہ ۱۶۶ تک غزلیات نقل کی گئی ہیں۔اور صفحہ نمبر ایک سے چار تک خالی صفحات ہیں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ صفحہ بندی بعد میں پنسل سے کی گئی ہے۔نسخہ میں اصل متن صفحہ ۵ سے شروع ہوتا ہے۔ص:۱۶۶ پر جہاں غزلیات ختم ہوتی ہیں یعنی صفحہ ۱۶۶ کے شروع میں غزلیات ختم ہو جاتی ہیں اس کے بعد فوراً تین قطعہ نقل کئے گئے ہیں جو کہ دیوان مخفی کے مطبوعہ نسخے میں سلسلہ نشریات ''ما'' سے ۱۳۶۲ھ،ق میں احمد کرمی کی کوشش سے تہران

سے شائع ہوا موجود نہیں ہے۔ جبکہ احمد کرمی نے پیشگفتار میں تحریر کیا ہے کہ میں نے ہندوستان اور پاکستان کے پانچ چاپی نسخوں کو سامنے رکھ کر یہ بالکل درست نسخہ آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ لیکن افسوس کے احمد کرمی صاحب نے کسی بھی کتابخانہ کے قلمی نسخے کو دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی اور نہ ہی انہوں نے اپنے چاپی نسخے کی پیشگفتار میں ایک دو مورد کو چھوڑ کر غلطیوں کی طرف اشارہ کیا۔ پورے دیوان میں کہیں بھی حاشی نظر نہیں آتے ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے غزلیات کے درمیان فاصلے تک کا خیال بھی نہیں رکھا۔ حتیٰ غزل نمبر تک نہیں ڈالا اور نہ ہی انہوں نے ان پانچوں مطبوعہ دیوان کے نسخوں کا ذکر کیا جو ہندوستان اور پاکستان سے شائع کئے گئے۔ اگر تحقیق اسی کا نام ہے تو یہ بہت آسان کام ہے کہ کسی کے شائع شدہ پانچ نسخے سامنے رکھ کر ایک نیا نسخہ تیار کیا جا سکتا ہے اور اس پر دو صفحہ کی پیشگفتار لکھ دی جائے۔ بہر حال ان تین قطعات میں سے جو غالب انسٹی ٹیوٹ کے کتابخانہ کے نسخے میں موجود ہیں ایک قطعہ دیوان چاپی کی پیشگفتار شروع ہونے سے قبل تحریر ہے لیکن پورے دیوان میں اصل متن میں کہیں نظر نہیں آتا۔ قطعہ کچھ اس طرح ہے:

بلبل از گل بگذرد، چون در چمن بیند مرا بت پرستی کی کند، گر برہمن بیند مرا؟
در سخن مخفی شدم مانند بو، در برگ گل ہر کہ خواہد دیدنم، گو در سخن بیند مرا

صفحہ نمبر ۱۶۷ سے ۱۸۲ تک قصائد موجود ہیں جس میں تین قصیدے ہیں ان تین قصیدوں میں شروع کے دو نعتیہ قصیدے ہیں اور ایک صوفیانہ ہے۔ پہلے نعتیہ قصیدے کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے:

ز آب و گل این چمن ما ہمہ بستان او قوت دل میدہد بوی گلستان او
برق درخشندگی پرتو خورشید یافت گشت چو بام فلک عرصۂ میدان او
معجز پیغمبری مشعل دین بر فروخت ظلمت کفر از جہان رفت بجولان او
طرفہ بنائی امل در دل من کردہ بود شکر کہ بر باد رفت این سرو سامان او

دوسرا قصیدہ بھی نعت حضرت رسول خدا ﷺ میں ہے:

دل من بلبل عشق است و داغ دل گلستانش فنا دیوار آن باغ و بقا حد خیابانش
دلی کز درد تنہائی و رنج ہجر خون گرید بیابان را کند رشک گلستان چشم گریانش
اگر دیوانۂ عشقی مگر دان روی زین وادی کہ این وادی رہ عشق است و ناپیداست پایانش

تیسرا قصیدہ صوفیوں سے متعلق ہے جس کا آغاز کچھ اس طرح سے ہوتا ہے:

ز مستی گر برون آئی مرا در جسم و جان بینی ہمان کز دوریش صد داغ دل داری ہمان بینی
مرا از موشکافیہات ای دل حیف می آید کہ مس را کیمیا دانی سخن را ارمغان بینی
زر ناقص عیارت را درین بازار نفروشی کہ زر را با محک در دست بروی امتحان بینی

صفحہ ۱۸۲ سے ۲۱۱ کے شروع تک ترکیب بند کچھ اس طرح سے ہیں:

بسنان نگہ یار قسم

بسر طرۂ دلدار قسم

بکمان خانۂ ابرو سوگند

بسر نرگس جادو سوگند

کہ شدم کشتۂ چشم سیہت

خاک رہ گشتۂ طرز نگہت

پھراسی صفحے یعنی ۲۱۱ سے ۲۱۲ تک کی پہلی سطر تک حافظ کی مشہور غزل:

خوشتر ز عیش و صحبت باغ و بھار چیست

ساقی کجاست گو سبب انتظار چیست

پر تضمین ہے۔ تضمین کے اشعار کچھ اس طرح ہیں:

☆ ظاہر نشد کہ مطلب این گیرو دار چیست — رعنائی گل چمن و لالہ زار چیست

پر کن قدح زمی کہ ندانیم کار چیست — خوشتر زعیش ومحبت باغ و بہار چیست

ساقی کجاست گو سبب انتظار چیست

☆ ساقی چھار فصل جہان است روزگار — فصل دی و تموز و خزان است و نوبہار

باھر چہار فصل شود بادہ خوشگوار — ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار

کس راوقوف نیست کہ انجامِ کار چیست (۵)

صفحہ ۲۱۲ ہی پر ۹ سطروں میں ترقیمہ ہے۔ صفحہ ۲۱۱ اور ۲۱۲ پر سطروں کی تعداد دس ہے۔ جبکہ صفحہ ۱۶۶ پر غزلیات ختم ہو کر قطعات شروع ہوتے ہیں۔ سطروں کی تعداد نو ہے باقی نسخوں میں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے گیارہ گیارہ سطریں موجود ہیں۔ پورے نسخے میں کہیں کسی طرح کی مہر یا علامت وغیرہ دکھائی نہیں دیتی۔

ترقیمہ کی عبارت کچھ اس طرح ہے:

''الحمد للہ و المنہ کہ بعنایات بیغایات سبحان الموفق المعین ہذا دیوان عن تصنیف زیب النساء المتخلص بمخفی دختر عالمگیر بادشاہ دکن حسب الحکم سرکاروی اقتدار عالی تبار معالی مقدار اشجع وافضل و خانان جہان فیاض زمان معدن الجود والاحسان کرامت وتصالت نشان حضرت غلام رسول خان مندورنی جمعدار خلد اللہ والدولۃ وحشمتہ وادام اللہ توجہہ وعنایتہٗ بخط خام پی سرانجام بعجلت تمام از دست کمترین ازلی مظہر علی عفہ لہ بتاریخ ہفدہم شہر ذی الحجہ ۱۲۷۹ ہجری نبوی صلعم صورت اختتام پذیرفت اگر بمقتضای الانسان مرکب من الخطاء والنسیان سہوی وخطایی بنظر ناظران والاہمم درآید از راہ نوازش والطاف باصلاح آن اجتہاد بوفور وسعی لامحصور بکار برند بحکم آنکہ بقدر وسیع در اصلاح کوشند اگر اصلاح نتواند باشند۔''

ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوان مخفی کا یہ قلمی نسخہ ۱۷رذی الحجہ ۱۲۷۹ھ میں حضرت غلام رسول خان کے حکم سے مظہرعلی نے مکمل کیا لیکن ترقیمہ میں کاتب نے اورنگ زیب عالمگیر کو بادشاہ دکن لکھا ہے:

''زیب النساء دختر عالم گیر بادشاہ دکن''(۶)

جبکہ ایسا نہیں ہے اورنگ زیب صرف دکن کا بادشاہ نہیں تھا بلکہ اس کی بادشاہت ہندوستان سے کابل تک پھیلی ہوئی تھی ہاں وہ ۱۰۴۵سے ۱۰۵۲ برابر ۱۶۳۶ سے ۱۶۴۳ تک حاکم رکن رہا۔ فرہنگ معین میں ڈاکٹر محمد معین نے بادشاہ ہند لکھا ہے۔

دیوان مخفی کا یہ قلمی نسخہ زیب النساء کی وفات کے تقریباً ۱۶۶ سال کے بعد لکھا گیا کیونکہ زیب النساء کی وفات ۱۱۱۳ھ ق میں ہوئی اور یہ نسخہ ۱۲۷۹ھ ق میں مکمل ہوا اور یہ زمانہ حیدرآباد میں نظام حکومت کا زمانہ تھا۔

رسم الخط دیوان مخفی:

اس قلمی نسخہ میں بھی دیگر نسخوں کی طرح طبق روش ''گ'' کی جگہ ''ک'' کا استعمال ہوا ہے۔ مثلاً گل کو کل، گفتگو کو کفتکو لکھا گیا ہے۔ اس طرح اور مثالیں بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ نسخہ مذکور کے پہلے صفحہ کی پہلی غزل کے پہلے مصرع میں خرم کو خورم لکھا گیا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔ مصرع اس طرح ہے:

ای ز ابر نعمت خورم کل بستان ما

بہرحال اس طرح کے بعض اشکالات ہونے کے باوجود یہ کیا جا سکتا ہے کہ غالب انسٹی ٹیوٹ کی لائبریری میں موجود دیوان مخفی کا یہ قلمی نسخہ ایک عظیم اہمیت کا حامل ہے اور اس میں دیگر چاپی نسخوں کے علاوہ قطعات کا اضافہ بھی ہے۔ اس لیے اگر آئندہ یہ دیوان زیور طبع سے آراستہ ہو تو غالب انسٹی ٹیوٹ میں موجود اس قلمی نسخے سے ضرور مقابلہ کیا جائے تا کہ ایک مکمل کام قارئین کے دست مبارک تک پہنچ سکے۔

حواشی:

(۱) زبان وادب فارسی ہندص:۵۳۔
(۲) فرہنگ معین ص:۶۶۲
(۳) دیوان مخفی ص:۵
(۴) دیوان مخفی چاپی ص:الف
(۵) دیوان مخفی قلمی ص:۲۱۱۔
(۶) دیوان مخفی قلمی ص:۲۱۲

مآخذ:

(۱) دیوان مخفی ''زیب النساء بیگم'' بہ کوشش احمد کرمی، سلسلہ نشریات ''ما'' چاپ اول ۱۳۶۲ایران۔
(۲) زبان وادب در ''فارسی ہند'' کیومرث امیری وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی تہران ایران ۱۳۷۴
(۳) فرہنگ معین، دکتر محمد معین جلد پنجم (اعلام) آ-ع۔ موسسہ انتشارات امیر کبیر تہران ۱۳۷۱۔
(۴) دیوان مخفی قلمی، غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی شمارہ م/ دم ۱۷۵۱۷

☆☆☆

دکنیات

سید الیاس احمد مدنی
مدیر "انوارِ تحقیق"، قلعہ گولکنڈہ، حیدرآباد، دکن

سید اقبال احمد اقبالؔ

سید اقبال احمد اقبال ریاست حیدرآباد دکن کے صوبہ گولکنڈہ میں 1935ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ماجد میر کرم علی صاحب، آصف جاہی افواج جمعیت گولکنڈہ بریگیڈ کے ملازم تھے۔ جن کے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں۔ سید اقبال احمد ان میں چوتھے نمبر پر تھے۔ جناب اقبال احمد کی ابتدائی تعلیم حیدرآباد ہی میں ہوئی لیکن ان کے والد ماجد نے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے انہیں گلبرگہ روانہ کیا۔ یہاں سے انہوں نے بی اے کی تعلیم مکمل کی۔ ایام جوانی ہی سے انہیں شعر و شاعری کا بڑا شوق تھا۔ ان کا زیادہ تر کلام صوفیانہ اور اہل بیت اطہار کی محبت میں نظر آتا ہے۔ ان کی اہل بیت اطہار سے وابستگی اور قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل احکام کی پاسداری جگہ جگہ دکھائی دیتی ہے۔ ان کی غزلوں میں فنی مہارت کے ساتھ ساتھ ذہنی و فکری توازن کا رنگ بھی رچا ہوا ہے۔ اقبال دکن کی اسلام سے وابستگی اور اخروی انداز فکر ان کے کلام کی گیرائی اور منفرد انداز فکر کا غماز ہے جس میں ان کے غور و فکر کی گہرائی اور سوچ واضح دکھائی دیتی ہے۔ اقبال دکن کی شاعری میں جمالیاتی پیکر اور لفظی و معنوی استعارات کے علاوہ اصول بلاغت کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ اقبال دکن نے اقبال لاہوری کے طرز کلام کو اپنانے کی بہت اچھی کوشش کی۔ ان کی ایک نظم کا شعر ملاحظہ کیجئے

لوگ جو صبح کو نہیں اٹھتے
کیا انہیں خوف پروردگار نہیں
جن کے دل میں ہے خوف اللہ کا
صبح کا اٹھنا ان کو بار نہیں
(اقبال دکن)

کس قدر گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے، ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
(جواب شکوہ)

اقبال دکن اور اقبال لاہوری کے کلام میں اس قدر مماثلت ہے کہ دونوں ہی نماز فجر کی دعوت دے رہے ہیں۔ نوجوانان ملت کو خدا کے خوف کی طرف راغب کرنے اور خدائے واحد لاشریک سے اپنے تعلقات کو مضبوط کرنے کی

ترغیب دے رہے ہیں۔اقبال دکن نے ایک جگہ قوم کو اپنے دین سے دوری کے بارے میں تنبیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ۔

جو نہ پابند ہو شریعت ہو
دیکھ تو اس کا کچھ وقار نہیں
(اقبال دکن)

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر
(جواب شکوہ)

اقبال دکن نے اس شعر میں بڑی خوبی کے ساتھ قرآن کریم سے اور دین محمدی سے دوری اور اسلامی اصولوں سے فراری کی وجہ سے امت کے ذلیل ورسواء ہونے کا سبب بتایا ہے جبکہ اقبال لاہوری نے جواب شکوہ میں بتایا کہ اسلامی اصولوں اور تعلیمات کی پابندی میں ہی امت دنیا وآخرت میں سرفرازی حاصل کرسکتی ہے۔احکام شریعت سے انحراف ذلت وپستی کا سبب بن سکتی ہے۔

ان کی شاعری میں اپنے ذاتی جذبات اور احساسات کی بھی جھلک نظر آتی ہے جو اس دور کے حالات کے سبب پیدا ہوگئے تھے۔ 1958ء میں دکن کے حالات انتہائی دگرگوں تھے اور کئی ایک نوجوان معاشی حالات کے سبب بہت پریشان اور بیروزگار تھے۔وہ وقت سقوط حیدرآباد کے سبب مسلمانوں کا بہت مشکل ترین وقت تصور کیا جاتا ہے۔اقبال دکن بھی اس دور کے حالات کا شکار ہوکر اپنے احساسات وجذبات کا ذکر بہت ہی خوب انداز میں کرتے ہیں۔

کون ایسا ہے آج دنیا میں
جو پریشانِ روزگار نہیں
(اقبال دکن)

انہوں نے اپنے معاملات میں اپنی بے بسی کو دور کرنے اور اپنے عزائم کو پختہ کرتے ہوئے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وصلعم سے وابستگی کو مضبوط کیا۔ ے

لو خبر میری یا رسولؐ اللہ
کیا مرا حال، حالِ زار نہیں
آپؐ کے در کے سبھی محتاج ہیں
آپؐ کا کون خواستگار نہیں

اقبال دکن نے اپنے کلام میں الفاظ کے استعمال اور اسلوبیات کو اپنی شاعری سے ایک نیا پن بخشا ہے۔ان کے کلام میں مختلف اصناف سخن جیسے غزلیں اور قصائد وغیرہ اپنے دامن میں پاکیزہ اور وسیع الفاظ کے ساتھ ایک گہرا اور وسیع تر پیغام لئے ہوئے ہیں جو ان کی انفرادی شناخت کے سبب ہیں۔اقبال دکن کی شخصیت میں شعروشاعری سے جو رغبت ہے وہ ان کے کلام

سے ظاہر ہے۔

سید اقبال احمد اقبآل بھی ان تمام تر قابلیتوں کے باجود ہندوستان میں بے شمار بے روزگاروں کی طرح بے روزگار رہے جو زیادہ تر اہلیان علم کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ بے روزگاری، معاشی حالات اور ذمہ داریوں کے احساس نے انہیں پاکستان ہجرت پر مجبور کیا۔

وہ ایک طویل عرصہ اپنے ملک سے دور رہے۔ اپنی شاعری میں اپنے حالات اور جذبات خوبصورت پیرایہ میں اظہار کرنے والا یہ شاعر 3 اپریل 1988ء کو گل ہوگیا۔ چراغ دکن کے جسد خاکی کو شہر کراچی کے علاقہ نارتھ ناظم آباد کے قبرستان میں سپرد لحد کیا گیا۔

اقبال دکن کی ایک نظم جو، ان کے بھتیجے سید مسعود احمد کی پیدائش کی خوشی میں کہی گئی تھی، قارئین کے لئے پیش ہے:

بے تاب آرزوئے دل کو قرار آیا　　　　مدت سے جس کا دل کو تھا انتظار آیا
مدت سے آرزو پر چھائی ہوئی خزاں تھی　　　　غنچہ کھلا جو دل کا رنگ بہار آیا
سوئی ہوئی امیدیں انگڑائی لے کے جاگیں　　　　یہہ آرزو کا موسم جب خوشگوار آیا
ہونے لگی معطر پھر سے فضا چمن کی　　　　جھونکا شمیم گل کا جب اشکبار آیا
جیسے اندھیری راتیں ہوں چاند سے منور　　　　ایک نور لے کر فضل پروردگار آیا
محمود احمد اب تو پھولے نہیں سماتے　　　　تشنہ رہے نہ ارماں ابر بہار آیا
اب کیوں نہ گلشن دل شاداب آرزو ہو　　　　مسعود احمد بن کر ابر بہار آیا
معصوم مسکراہٹ نے ماں کا دل لبھایا　　　　اک بار دیکھتے ہی سو بار پیار آیا
قدرت نے لاج رکھ لی ہے آج ممتا کی　　　　آغوش آرزو میں ماں کا وقار آیا
ماں کی نظر کا تارا اور باپ کا دلارا　　　　غم کو مٹانے دل سے ایک غمگسار آیا
اقبال اوج پر ہو عمر دراز پائے　　　　یارب میری زباں پر یہ بار بار آیا

☆☆☆

آئینۂ تحقیق

وسیم راجا بٹ
ریسرس اسکالر، شعبۂ فارسی، جے این یو، نئی دہلی

پایان نامہائے شعبۂ فارسی، جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

S.No.	Name of Student	Research	Topic	Supervision	Year
1	Taiyab Hussain	Ph.D.	Western Influence on Modenr Persian Prose from the Begining of the constitutional movement till the islamic revolution	Prof. Z. H. Qasmi	2000
2	S. M. Sohrab Alam	Ph. D.	The Life and works of Ibrati Azimabadi	Prof. Z. H. Qasmi	2000
3	Zulfikar li Ansari	M.Phil	Contribution of Azad Bilgrami to the persian language & literature in India	Prof. S. A. Hasan	2000
4	Hamad Rizvi	M. Phil.	Historical & Literary importance of Humayun Nama by Gulbadan Begum	Prof. M. Alam	2000
5	Alauddin Shah	Ph.D.	The relevance of panchatantra and its impact on Modern Persian Literature	Prof. S. A. Hasan	2000
6	Irfan Ahmad Siddiqui		Raja Ram Mohan Roy and his Persian Works	Prof. Z.H. Qasmi	2000
7	Md. Sadre Alam	M. Phil.	Roel of Lahuti in Iran an renaissance	Prof. S. A. Hasan	2001
8	Sajid Hussain Khan	M. Phil.	Dr. Mohammad Moin and his Oriental Studies	Prof. S. A. Hasan	2001
9	Kamal Narayan Patel	M. Phil.	Quest for Democracy as reflected in the works of Saeed Nafisi	Prof. M. Alam	2001

10	Fatana Najibullah		A critical study of the works of Sulaiman laiq	Prof. M. Alam	2001
11	Wasif Ahmad	Ph. D.	Socio Political and cultural life of iranian society as reflected in persian short stories from the constitutional movement to islamic revolution (1906-1978) a critical study.	Prof. A. W. Azhar	2001
12	S. K. Ishtiyaque	Ph. D.	Political radicalism in pre-islaimc revolutionary persian literature of Iran (with special refrence to the writings of Dr. Ali Shariati)	Prof. S. A. Hasan	2001
13	Sagir Ahmad	M. Phil.	Shabahat o Hamahangi dar Ghazalha e sadi e shiraz o sadi e hind	Prof. M. Alam	2001
14	Md.Ashfaque Chand	M. Phil.	Contribution of Dr. Hadi Hasan to the persian studies	Prof. S. A. Hasan	2001
15	Md. Akhlaque Azad	M. Phil.	Ghulam Hussain Saedi and his contribution to persian Drama	Prof. Z. S. Qasmi	2001
16	Faiyaz Ahmad		Dr. Md. Ishaque's contribution to the promotion of Indo-Iran relation	Prof.Akhtar Mehdi	2001
17	Shaheen Pervaiz Ansari	Ph. D.	Socio Cultural life of India during the sultanate period with special reference to different religious movements: a study based on Persian Malfuzat	Prof. Akhtar Mehdi	2001

18	Jubair Ahmad Khan	Ph. D.	Persian Researchers in Afghanistan during the last fifty years with special refrences to Prof. Abdul Hai Hasni	Prof. Akhtar Mehdi	2001
19	Md. Gholam Umar	Ph. D.	Evalution of Iqbal's Islamic ideology in the light of his Persian Writings	Prof. M. Alam	2002
20	Ghufran Mustafa	Ph. D.	The impact of russian revolution in modern persian poetry	Prof. S. A.Hasan	2002
21	Md. Sarwar Ali	Ph. D.	Islamic revolutionary literature of Iran	Prof. M. Alam	2002
22	Md. Aquil	Ph. D.	An evalution of ethical prose works of persian with special reference to Akhlaq e Nasiri, Akhlaq e Jalali and Akhlaq e Mohsini.	Prof. Akhtar Mehdi	2002
23	Shakeel	Ph. D.	The Impact of colonical regime on the persian studies in India.	Prof. S. A. Hasan	2002
24	Hasan Aquib	Ph. D.	Pessimism in Modern persian prose	Prof. S. A. Hasan	2002
25	Juber Ahmad Khan	Ph. D.	Persian reserchers in Afghanistan during the last fifty years with special reference to Prof. Abdul Hai Habibi		2002
26	Md. Rizwan	M. Phil.	Literary and Historical importance of Tabqat e nasiri of Minhaj e Siraj	Prof. Z. S. Qasmi	2002
27	Md. Akhlaque Azad	M. Phil	Ghulam Husain and his contribution to persian drama	Prof. Z. S.Qasmi	2002

28	Akhlaque Ansari	Ph. D.	Sohrab Sepahri's Contribution to the new poetry (Sher e Nau) of persian literature	Prof. S. J. Havewalla	2002
29	Md. Azizur Rahman	Ph. D.	Jahan Ara Begum's contribution to Indo Persian literature with special reference of Monisul Arwah	Prof. M. Alam	2002
30	Shahbaz Amil	Ph. D.	Evolution and development of drama in iran with special eference to the contribution of Mirza Fteh Ali Akhundzadeh and Mirza Agha Tabrezi	Prof. S. A. Hasan	2002
31	Mazhar Asif	Ph.D.	Persian language and literature in India during the first half of 20th century	Prof. Akhtar mehdi	2002
32	Salahuddin	Ph. D.	The origin and development of Persian Historical novel writings with special reference to sanati zadeh kirmani	Pro. S. A. Hasan	2002
33	Shah Pervez Ansari	Ph. D.	ocio cultural life of the Sultanate period with special reference to different movements		2002
34	Gous Mashkoor Khan	Ph. D.	Contribution of Mohammad Ali Jamal Zadeh to persian language and literature	Prof. Akhtar Mehdi	2002

35	Tarique Ata	Ph. D.	Indian society and culture as reflected in Tuzk i baburi and Tuzuk i Jahangeeri as comparative study	Prof. Akhtar Mehdi	2002
36	Qaisar Ahmad		Zebunnisa an outstanding poetess	Prof. S. A. Hasan	2002
37	Syed Mustafa Athar	M. Phil	Prof. Syed AMir Hasan ABidi's contribution to the promotion of persian studies in India: A critical study	Prof. Akhtar Mehdi	2003
38	Razi Ahmad	M. Phil	Socio Political contribution of Iran during Pahlavi regime as reflected in persian drama	Prof. Akhtar Mehdi	2003
39	Abdul halim	M. Phil	Elememt of Feminism as evident in poetry of Farogh i farrukhzad	Prof. S. A Hasan	2003
40	Nurul Haq Siwani	M. Phil	Sutidies an {Old} and {New} values in modern persian prose: A case study of changing socio cultural patterns	Prof. S. A. hasan	2003
41	Salahuddin		The origin and development of persian historical novel writings with special reference to Sanati Zadeh Kirmani	Prof. S. A. Hasan	2003
42	Abul Kalam Azad	Ph. D.	The imapct of Mirza Abdul Qadir Bedil on contemporary persian literature	Prof. S. A. Hasan	2003
43	Md. Shakeel	Ph. D.	The impact of colooal regime on the Persian Studies in India	Prof. S. A. hasan	2003

44	Mukesh Kumar Sinha	Ph. D.	Iqbal's contribution to persian literature with special reference to his master piece jawidnamah	Prof. S. J. Havewalla	2003
45	Atiqur Rehman	Ph.D.	Epic potery and contemporary persian literature with special reference to Mehdi Akhwan i Salis	Prof. S. A. Hasan	2003
46	Shahadabul Hque	M. Phil.	Ahwal e Asar o Mirza	Prof. Akhtar Mehdi	2004
47	Abdul Ghaffar	M. Phil	The persian Masnawis of Iqbal: A critical study	Prof. Akhtar Mehdi	2004
48	Jawed Akhtar	M. Phil	Socio concerns as depicted in the prose writings of Simin Danishwar	prof. Akhtar Mehdi	2004
49	Md. Shamim Alam	M. Phil	Historical and Literary importance of Khairul majalis	Prof. Akhtar Mehdi	2004
50	Mohsin Ali	Ph. D.	Panchatantra in persian translation: An eavlutive study	Prof. S. A. Hasan	2004
51	Khesal Ahmad	M. Phil.	Historicity in the words of Amir Khusro (Jambeha e tareekhi dar aathar e amir Khusro)	Dr. Akhlaque Ahmad Ansari	2004
52	Md. Maruf Husain	M. Phil.	Promotion and development in sufim in India during the reign of Shahjahan & Dara Shikoh	Prof. Z. H. Qasmi	2004
53	Md. Zakir Husain	Ph. D.	The contemporary Persian literature in tajikistan	Prof. M. Alam	2004

54	Mumtaz Ahmad	Ph. D.	Siyasat Namah of Nizamul Mulk Tusi and Arthashastra of Kautilya: A comperative study	Prof. S. A. Hasan	2004
55	Md. hafizu rehman	M. Phil	Nehru in Contemporary literature in Iran	Prof. S. A. Hasan	2005
56	Amjad Iqbal Khan			Dr. A. A. Ansari	2005
57	Md. Arshadul Qadri	M. Phil	Mirza Asadullah Khan Ghalib: An epistle writer of Indo Persian Literature	Dr. Syed Akhtar Husain	2005
58	Md. Sadre Alam	Ph. D.	Indo central asian relations (1526- 1707 AD): A study of literary and cultural anteractions based on some contemporary Indo Persian text	Prof. M. Alam	2005
59	Mahmood Alam	M. Phil	Mirza Ghalib and the british raj	Dr. S. AKhtar Husain	2005
60	Md. Irfan	M. Phil.	The impact of Indian philosophies an the writings of Sadiq Hidayat	Prof. S. A. Hasan	2005
61	Md. Sadique Husain	M. Phil	A critical study of socio political condition in Iran as reflected in bahar's Qasaid	Dr. A. A. Ansari	2005
62	talib Khan	Ph. D.	Persian sources for the study of socio cultural life in Shahjahan's Era an evalutive study	Prof. Z. S. Qasmi	2005
63	Zulfiqar Ali Ansari	Ph. D.	Persian Tareekh writing in India during 18th and 19th centuries with special reference to Azad Bilgerami	Prof. S. A. Hasan	2005

64	Abdul Wasey	M. Phil	A critical study of manshiyat Qayam Maqam	Prof. S A Hasan	2005
65	Md. Rashid Hasan	M. Phil.	Contribution of Mir Syed Ali Hamdani to the transmission of Persian language literature and culture to the indian sub continent	Dr. S A Husain	2006
66	Md. Afroz Alam	M. Phil	contribution of Maulana Isa Fartab to persian language and literature	Prof. S A Hasan	2006
67	Hamad Rizvi	Ph. D.	Historical and literary importance of Tazkiratul Waqiaat	Dr.A A Ansari	2006
68	Md. baharul Ali	M. Phil	Persian choronicals as the source material in the study of Medieval History of Assam	Dr.S A Husain	2006
69	Kamal Narayan Patel	Ph. D.	Sufism of Amir Khusru and Bhakti of Kabir: A comprative study in the light of their works	Dr. S A Husain	2006
70	Md. Izhar Ashraf	M. Phil	Socio political conditions of Sikhs during the reign of Aurangzeb: as reflected in the persian writings of Guru Gobind Singh	Dr. A A Ansari	2006
71	Mr. Mazhar Alam Siddiqui	Ph. D.	Image of India in persian poetry with special refrence to the masnavi e maanavi of Maulana Jalaluddin Rumi	Prof. Akhtar Mehdi	2006
72	Fauzan Abrar	M. Phil	Reflection of imperial life and culture in the female Indo Persian literary and historical works	Dr. S A Husain	2006

73	Sagir Ahmad	Ph. D.	A critical evalution of the contrasts and commonalities between Amir Khusro and Amir Hasan as reflected in their Ghazals	Prof. S A Hasan	2006
74	Md. Rehan	M. Phil	maulana Abul Kalam Azad as connoisseur of persian literature	Dr. S A Husain	2006
75	Md. Rizwan	Ph.D.	Society and culture of India as refleccted in the Persian Historio graphy of Saltanate Period	Prof. Z. S Qasmi	2006
76	Md. Ashfaque Chand	Ph.D.	A critical study of Ghalib's persian prose writings	Prof. S A Hasan	2007
77	Md. Akhlaq Azad	Ph.D.	A critical study of Akbar namah muntakhebut tawareekh and tuzuke jahangiri: A genesis for life and works of poets	Prof. Z. S. Qasmi	2007
78	Md. Shahbaz Alam	M. Phil	Iranian indologists of twententh century	Dr. S A Husain	2007
79	Yaseer Arsalan Khan	M. Phil	Contribution of the Sufis's in the development of persian language and literature in Bihar	Dr. A Mahdi	2007
80	Anwarul Haq	M. Phil	Muatala i tatbiqi safarnamahai sadiq hidayat wa jalal al ahmad	Dr. S A Husssain	2007
81	Syed Sajid Mobin	M. Phil	Syed shah zahurul haq emadi and his persian works: A critical study	Dr.A A Ansari	2007

82	Abdul Bari	M.Phil	A critical study of buzurg alavi's novel "chashmahayash" with special reference to the political condition of Iran during Reza Shah Pahlavi's Period	Dr. A A Ansari	2007
83	Faiyaz Ahmad	Ph. D.	The socio political tehmes of the plays of Gohar Morad and Habib tanvir: A comparative study	Prof. Akhtar Mehdi	2007
84	Narges Jaberi	Ph.D.	A critical study of Naat Manqabat of the eighteenth century Indo Persian poets	Dr.Syed Akhtar Husain	2008
85	Sarwarul Haq	M. Phil	Serajul Akhbar: As a persian source of 1857 revolt	Dr. A A Ansari	2008
86	Feroz Husain	M. Phil	Kashmir in persian poetry	Dr. A A Ansari	2008
87	Abdul Halim	Ph. D.	Portrayal of women in the early medieval indian persian texts	Prof. S A hasan	2008
88	Qaisar Ahmad	Ph. D.	Socio cultural of India in the works of renowned ladies of Moghal Harem	Prof. S A Hasan	2008
89	Nurul Haq SIwani	Ph. D.	Historical and literary importance of Insha in Indo Persian literature: An eavalutive study	Prof. S A Hasan	2008
90	Faizan Ahmad	M. Phil	Contribution of Ahmad reza Khan barelvi to Indo Persian Literature	Dr. A A Ansari	2008
91	Shahnawaz Alam	M. Phil	Sahme Kahwaja Altaf Husain Hali ba Zuban o Adabiyat e farsi	Dr. S A Husain	2008

92	Shadab Anwar	M. Phil	Sir Syed Ahmad Khan's contribution to persian studies	Dr. S A Husain	2008
93	Sharid Jamal Ansari	M. Phil	Development of persian prose witing during Aurangzeb Period with special reference of Ruqaat e Alamgiri	Dr A A Ansari	2008
94	Syed Mustafa Athar	Ph. D.	Inekas zindigani e ijtemai o farhangi e Hind der asar farsi Mirza Ghalib	Prof A Mahdi	2008
95	Azimuddin	M. Phil	Seh Qatra Khun: A new approach to socio political life of Iran	Prof. S A Hasan	2008
96	Khalid Ahmad	m. Phil	A comparative study of Gulistan e Sadi and Baharistan e Jami	Prof. M S Niazmand	2009
97	Md Abu Salim	Ph. D.	A critical study of life and works of Ali Dashti	Prof. S A Hasan	2009
98	Shadabul Haq	ph.D.	A comparative and analytical study of the short stories of Mohammad Ali jamalzadeh and Munshi Premchandra	Dr. S A Husain	2009
99	Shamim Alam	Ph. D.	A comparative study of Khairul Majalis and Ahsanul Aqwal	prof A Mehdi	2009
100	Razi Haider	M. Phil	Comparative study of Abul Qasim Lahuti and faiz ahmad Faiz	Dr. A A Ansari	2009
101	Shabbir Alam	m. Phil	A critical study ahmad shamlu's haiku	Dr. A A Ansari	2009
102	md Manzar Husain	M. Phil	Ghalin and revolt of 1857 in the light of dastanbu	Dr. A A Ansari	2009

103	Parwez Alam	M. Phil	Women as reflected in Simin Beh Bahani's poetry	Dr. A A Ansari	2009
104	Nahid Akhtar Siddiqi	M. Phil	Dr.Md Reza Shafie Kadkani's contribution to the modern persian poetry	Dr. S A Husain	2009
105	Md. maruf Husain	Ph. D.	message of peace and universal brother hood in the persian sufi poetry and its relevance in the contemporary world	Dr.A A Ansari	2009
106	Khesal Ahmad	Ph. D.	Political and cultural relation between India and Central Asia during the Delhi Saltanate in the light of Persian Sources	Dr. A A Ansari	2009
107	Azizur Rehman	m. Phil	Contribution of Nawab Mustafa Khan to Persian Language and Literature	Dr. S A Husain	2009
108	Aftab Alam	M. Phil	A Prefacial study of teh Diwans of Amir Khusro	Dr.S A Husain	2009
109	Abdul Wahid	M.Phil	Quratul Ain Tahirah: A Devotional Poetess	Dr. S A Husain	2010
110	Syed Mahir Husain Jafri	M. Phil	Contribution of tranditional islamic institutions particulary madarsa educationa in propagating persian language and culture in jammu Kashmir	Prof S A Hasan	2010
111	Md. Irfan	Ph. D.	Cultural and literary links between India and Iran (1857- 1947):A new perspective	Prof. S A hasan	2010
112	Maqsood Husain	M. Phil	Dr.Sir Mohammad Iqbal and Maulana Jalaluddin Rumi	Prof S A Hasan	2010

113	Amjad Iqbal Khan	Ph. D.	Historical and literary importance of tarikh i rashidi of mirza haidar dughlat	Dr. A A Ansari	2010
114	Md. Hafeezur rehman	Ph. D.	Literary and cultural impact of Rumi on indo turkish scholars with special reference to Ibrahim hakki and Mohammad Iqbal	Prof. S A Hasan	2010
115	Syed Zaigham Abbas	M. Phil	A comparative study of Diwan e Khawaja Mueenuddin Chishti and Diwan Syed Ali Hamdani	Prof. S A Hasan	2010
116	tajuddin Ansari	M. Phil	Miraatul Ahwal e Jahan Numa: A mirror of Indian culture	Dr. S A Husain	2010
117	manzur Ali	M. Phil	A critical study of Khwaja Mir dard	Dr. A A Ansari	2010
118	Tamanna Khan	M. Phil	Marsia writings during safavid period with special reference Mohatasham Kashan's marsias	Dr A A Ansari	2010
119	Mehshar Kamal	M. Phil	Interfaith Debate in Majma ul Bahrain of Dara Shikoh	Dr. A A Ansari	2010
120	Md Ahsanul Haq	M. Phil	Satire in the poetry of Momin Khan Momin	Dr.I Ahmad	2010
121	Syed Zahid karim	M. Phil	A critical study of syed shah nurul haq tapan's poetry	Dr. A A Ansari	2010
122	Gholam Muinuddin	M. Phil	Symbolism in Asrar e Khudi	Dr. S A Husain	2010
123	Afroz Alam	Ph. D.	The quest of a true beloved in Hafiz and Shaharyar Poetry: A comparative study	Prof. S A Hasan	2011

124	Shabbir Ahmad	Ph. D.	Cultural contacts between India and central Asia: A study of Asian Impact on India life based on Persian sources from babur to Akbar (AD 1526-1605)	Prof. Akhtar mahdi	2011
125	Yaseer Ahmad Khan	Ph. D.	Contribution of the sufi's in the development of persian language literature and Bihar	Prof. Akhtar Mahdi	2011
126	jamshed Alam	M. Phil	Cultural dimensions in works of syed md. Ali Jamalzadeh	Prof. Z. S Qasmi	2011
127	faizan Ahmad	M. Phil	Nal Daman: A critical evalution of Indian society and culture	prof. S A Hasan	2011
128	Abdul Wasey	Ph. D.	Mirza Abul Qasim Qaem Muqam farahani and Mirza Taqi Khan Amir Kabir: Architects of Modern Iran	Prof. S A Hasan	2011
129	Sadique Hussain	Ph. D.	Judicial System in India during Mughal period with special reference to persian sources	Dr. A A Ansari	2011
130	Arihani K Vardhani	M. Phil	Impact of persian on hindi language	Prof S A Hasan	2011
131	Syed Md J Asakri	M. Phil	A critical study of Mufti md Abbas Shostri's poetry with special reference to "Ab e Zulal"	Prof. S A Hasan	2011
132	Fauzan Abrar	Ph. D.	Socio Cultural and Literary significance of Indo Persian Sufi tales	Dr. S A Husain	2011
133	Arshadul Qadri	Ph. D.	Persian Studies in calcutta (from 1774 AD to 1887 AD)	Dr. S A Husain	2011

134	Izhar Ashraf	Ph. D.	Socio political and cultural relations between mughals and sikhs from Akbar to Aurangzeb: As depieted in contemporary persian sources	Dr. A A Ansari	2011
135	Abdul Salam	M. Phil	V S naipaul's narrative of revolutionary Iran	Dr. S I Ahmad	2011
136	Ms Sneha	M. Phil	A comparative study of farogh farukhzad with mahadevi verma	Dr. S I Ahmad	2011
137	Mujaba Kamal	M. Phil	Dr. syed jafar shahidi's contribution todevelopment of persian studies in Indian sub continent	Dr. S I Ahmad	2011
138	Mohd Jafar	M. Phil	Fort William College: A premier centre of persian of persian language and literature	Dr. S A Husain	2011
139	Fatemeh A Bondarabadi	Ph. D.	A comparative study of persian Ghazals in awadh and iran in 18th century	Prof. Akhtar Mehdi	2011
140	Syed Sajid Mobin	Ph. D.	Impact of Hazin on Indo Persian Poetry and poets	Dr. A A Ansari	2011
141	Ahmad Husain Barbuhiya	M. Phil	Gitanjali in Persian: An analytical study	Dr. S A Husain	2011
142	Md. Khalid Md Zubair	M. Phil	Translation studies of Asrar i Khudi	Dr. S A Husain	2011
143	Mahmood Alam	M. Phil	Literary and historical merit of Bayazid Beyat	Prof. S A Hasan	2012
144	Suman Kumari	M. Phil	Rubaiyat of Omer Khayyam and madhushala of harivansh rai bachan: A comparative study	Prof.SA Hasan	2012

145	Sameeuddin	M. Phil	Mohammad Ali Eslami Nodushan ba unwan e safarnama e nawisi e maasir	Dr. S A Husain	2012
146	Nahid Morshedlu	M. Phil	Mophology of Mehr o Maah	Dr. S A Husain	2012
147	Abdul bari	Ph. D.	A critical study of buzurg alavi's writings with special reference to the socio political condition of Iran	Dr. A A Ansari	2012
148	Shirin bhagirath	M. Phil	The blind owl: fact or fiction	Dr. S A Husain	2012
149	Sana Khan	M. Phil	Similies and metaphors in Asrar i Khudi of Iqbal	Dr.S A Husain	2012
150	Ms. Mandana Mangeli	Ph. D.	Persian literature an culture of Qutub Shahi and the safavid periods: A comparative study	Dr. S A Husain	2012
151	Zeenat Kaifi	M. Phil	Sir Mohammad Iqbal in the eyes of Dr. Annemaries Schimmel	Prof. Z S Qasmi	2012
152	Tarique rasool	M. Phil	Deciption of persian culture in kar e jahan daraz hai	Dr. S A Husain	2012
153	Jawed Akhtar	M. Phil	Contribution of Nawab Siddique Hasan Khan tothe Indo Persian literature with special reference to his tazkera navisi	Dr. S A Ahmad	2012
154	Ovais Ahmad	M. Phil	A comparative study of the poetry of saain tabrizi and ghani kashmiri	Prof. S A Hasan	2012
155	Ghayasuddin	M. Phil	Contribution of hargopal tifta to indo persian literature	Dr. S I Ahmad	2012

156	Mukhtar Ahmad	M. Phil	contribution of Mirza mazhar Jaan e janan in the development of persian language and literature of India; A critical study	Prof. S A Hasan	2012
157	Sharid Jamal Ansari	Ph. D.	A critical study of literary and socio cultural life Aurangzeb's period with refrence to Ahkam e Alamgiri	Dr. A A Ansari	2013
158	haibatollah maleki	Ph. D.	A comparative study of the Panchatantra with kalila wa Damnah	Dr. S A Husain	2013
159	Syed Naqi Abbas	M. Phil	Literary criticism in Indo-Persian literature: An Analytical study	Prof. Z S Qasmi	2013
160	Md. Sadiq Akhtar	M. Phil	A critical study of Shah Waliullah's contribution in development of persian language and literature.	Dr. A A Ansari	2013
161	Asad Daud	M. Phil	Anand ram Mukhlis: A Great Patron of Persian language and literature	Dr. S I Ahmad	2013
162	Aftab Alam	M. Phil	Sublimity and egotism in urfi's poetry	Dr. S I Ahmad	2013
163	Safi Alam	M. Phil	The role of munshi naval kishore in the promotion and development of persian language and literature in India	Dr. S I Ahmad	2013
164	Wasim Ahmad	M. Phil	Historical study of sher ul ajam	Dr. S I Ahmad	2013
165	Mirza Hifzur Rehman	M. Phil	A critical study of maulana hamiduddin farahi persian writings	Prof. S A Hasan	2013

166	Md. Parwez Alam	Ph. D.	Prtrayal of women in farogh e farrukhzad and simin bahbahan'si poetry.	Dr. A A Ansari	2013
167	Shafqat Husain Butt	M. Phil.	A critical evalution of the foyrth volume of tareekh hasan: the persian poets of kashmir	Prof. M S Niazmand	2014
168	Md. farhat Amez	M. Phil	Sheikh Ghulam Hamdani Mushafi: A tazkera writer of Indo- Persian Literature	Prof. Z S Qasmi	2014
169	Md. Jamshed Alam	Ph. D.	Syed Mohammad Ali Jamalzadeh and his contribution to the awakening of iranian society	Prof Z S Qasmi	2014
170	Sheikh Abdullah	M. Phil	Rustam and Sohrab of firdausi in an urdu translation of munshi moolchand dehlavi	Dr. S A Husain	2014
171	Md. Asif Ansar	M. Phil	Contribution of sheikh sharfuddin ahmad yahya maneri to the Indo Persian literature	Dr. S I Ahmad	2014
172	Nadeem Akhtar	M. Phil	Characterization in the novel 'The Blind Owl"	Dr. S A Husain	2014
173	Nahid Akhtar Siddiqi	Ph. D.	In pursuit of poetesses of Indo Persian Memories	Dr. S A Husain	2014
174	Ramzan Ahmad	m. Phil	Application of persian poetry in Gubar e Khatir	Dr. S A Husain	2014
175	Mohib Alam	M. Phil	Eradication of Illiteracy in the plays of Ghulam saeedi	Dr. S I Ahmad	2014
176	Syed Arshad Abbas Rizvi	M. Phil		Dr. S I Ahmad	2014

177	Faizan Ahmad	Ph. D.	contribution of azamgarh in the development of persian language and literature during 19th & 20th century	Dr. S I Ahmad	2014
178	Razi Haider	Ph. D.	A comparative study of persian poetry in Iran and Indian sub continent during twenteenth century with special reference to the persian and urdu	Dr. A A Ansari	2014
179	Md. Fahimul Haq Khan	Ph. D.	A comparative study of talibuff and nazir ahmad's writings	Ddr. A A Ansari	2014
180	Md. Shabbir Alam	Ph. D.	Contribution of Anglo Indian persian poets and writers in the development of persian language and literature in India during 18 & 19 centuries	Dr. A A Ansari	2014
181	Manzer Husain	Ph. D.	European Influence on persian literature in second half of 19th century and first half of 20 centrury	Dr.A A Ansari	2014
182	Syed Mahir Hussain Jafri	Ph. D.	A critical study of pre mughal historio graphy of Indo Persian writings in kashmir with special reference of tarikh e sayid ali	Prof. S A Hasan	2014
183	Kahlid Ahmad	Ph. D.	Ostad Kahlilullah Khalili	Dr. S A Husain	2014
184	Humaira Qaderi	Ph. D.	reflection of war and migeration in the stories of persian literature (1972-2012)	Prof. S A Hasan	2014

185	Kaleem Ahmad	M. Phil.	Syed Sabahuddin Abdur Rahman: A new look to the Indo-Persian literature	Prof. S A Hasan	2014
186	Md. Ahsanul Haq	Ph. D.	Iqbal's contribution to persian literature with special reference to philosophical and spriual writings	Dr. S I Ahmad	2014
187	Maqsood Hussain	Ph. D.	Man and Environment on the work of Maulana Jalauddin Rumi and Allama Iqbal	Prof. S A Hasan	2015
188	Owaheduz Zaman	Ph. D.	Sufi Movement and Its contribution to the promotion of persian in Assam	Prof. Z S Qasmi	2015
189	Basharat Hussain Shah	M. Phil.	The Ills of temporary marriage in Iran: With specian Reference to "Shahar-E-Ahu Khanam"	Prof. S A Hasan	2015
190	Md. Waliullah	M. Phil	Dai Jan Napoleon: A Conflict Tradition And Modernity	Prof. S A Hasan	2015
191	Md. Tajuddin Ansari	Ph. D.	Qazi Abdul Wadood, A Scholar of Persian Literature: A critical study	Prof. Z S Qasmi	2015
192	Md. Azimuddin	Ph. D.	Indian Tradition and culture in the works of Sadique Hedayat	Prof. S A Hasan	2015
193	Gholam Moinuddin	Ph. D.	Decoding of secrets of "Khudi" and "Bekhudi" of Mohammad Iqbal	Dr. S A Husain	2015

194	Md. Qamar Alam	M. Phil	Contribution of Sirajuddin Ali Khan Arzu to the indo-persian literature with special reference to his tazkera Majma-un-Nafais	Dr. S A Ahmad	2015
195	Waseem Raja Butt	M. Phil	Critical Analysis of Masnavi Akbarnama of Hamidullah Kashmiri	Prof. S A Hasan	2015
196	Syed Md. Kazim	M. Phil.	Mathew Arnold: An exponent of the epic of Rustam and Sohrab in english literature	Dr. S A hausain	2015
197	Shafaq matlood	M. Phil	Khwaja Altaf Hussain Hali: A Biographer of Mirza Asadullah Khan Ghalib	Dr. S A Husain	2015
198	Mohd. Dawood	M. Phil	Novel writings of Shahrnush Parsipur: A critical study of "Tauba wa ma'na-e-shab"	Dr. A A Ansari	2015
199	Syed Zaishan Abbas	Ph.D.	Impact of Iqbal's pan islamism on post revolution poetry of Iran	Prof. S A Hasan	2015
200	Mohd. Aliul Qadri	M. Phil	Post islamic revolution war literature and persian short stories	Dr.A A Ansari	2015
201	Mohd. Ajmal	M.Phil	Impact of Iraq Iraq on Iranians: As refected in the contemporary memoir writings with special reference to the "Da"	Dr. A A Ansari	2015
202	Mehshar Kamal	Ph.D.	Contribution of Dara Shikoh to the development of persian language and literature in India		2015

203	Tamanna Khan	Ph. D.	Historical and Literary Importance of qanoon-e-humayuni of khwandmir	Dr. A A Ansari	2015
204	Syed Zahid Karim	Ph.D.	Impact of Shah Namul Haque And his son shah zahurul haque on sufism persian poetry and poets of Bihar	Dr. A A Ansari	2015
205	Mod. Amir Khan	M.Phil	Contribution of Prof. Nazir Ahmad to Hafiz Shenasi	Dr. S I Ahmad	2015
206	Akhlaq Ahmad	M.Phil.	A critical analysis of lachmi narayan shafiq's tazkera naveesi	Dr. A A Ansari	2015
207	Ms.Sneha	Ph.D.	Persian and Hindi poetess of 20th century: A comprative study	Dr. S I Ahmad	2015
208	Mushtaq Ahmad	M.Phil	A critical study of tazkera kalimat us shora by mohd afzal sarkhush kashmiri	Dr. S I Ahmad	2015
209	Mohd Musaddique	M. Phil.	Iqbal and Shabistari in light of their gulshan e raaz	Dr. S I Ahmad	2015
210	Mohd Usman	M. Phil	Short stiry writings of ahmad dehglan…………	Dr. S I Ahmad	2015
211	Syed Hasan Sardar	M. Phil	A comprative study between sherul ajam by shibli nomani and literaryr history of persian by E G Brown	Prof. S A Hasan	2016
212	Sauban Abrar	M.Phil.	Significance of Malfooz literature: its role and relevance on culture and literature of medieval India	Prof. S A Hasan	2016

☆☆☆

چشم بینش

احمد نوید یاسر ازلان حیدر

مدیر

مثنوی گوئی بہ عہد اورنگ زیب: ایک تعارف

ہر شب بے شمار ستارے اس چرخ کبود پر ٹمٹماتے نظر آتے ہیں لیکن ماہتاب کے جلوہ افروز ہوتے ہی ان سبکی چمک ماند پڑ جاتی ہے، ٹھیک اسی طرح اس جہان فانی میں آدم زادوں کی آمد و رفت کا سلسلہ حضرت آدم سے آج تک رواں دواں ہے مگر انمیں سے بہت کم ہی ایسے گزرے جنھوں نے شہرت کے افق پر مثل آفتاب وماہتاب کے چمک بکھیری، اور انکے کارنامے رہتی دنیا تک یاد کئے جائیں گے۔ ہندوستاں میں مسلمانوں کے وجود کا ثبوت عام طور سے محمد بن قاسم کی آمد سے ملتا ہے، اسکے بعد محمود غزنوی، محمد غوری سے لیکر ظہیر الدین محمد بابر تک کئی مسلم حکمرانوں نے ہندوستان پر اپنی اپنی نوعیت کی مسلم سلطنتیں قائم کیں۔ بابر نے ہندوستان کو فتح کرکے عظیم الشان مغلیہ سلطنت کی بنیاد ڈالی جسکا چھٹواں فرمانرواں محی الدین اورنگزیب عالمگیر تھا، عالمگیر ایک جلیل القدر فرمانرواں ہونے کے ساتھ ساتھ پایہ درجہ کا عالم، ادیب، محقق، مورخ اور شاعر اور ان سب سے کہیں زیادہ بہتر شعر شناس تھا جسکا ثبوت رقعات عالمگیری کا تقریباً ہر وہ دوسرا خط دیتا ہے جسمیں اسنے قاری کو اپنی بات سمجھانے کے لئے قدیم استادوں میں سے کسی کا پر معنی شعر کا استعمال کیا ہے۔ دوسرے تیموری شہزادوں کی طرح عالمگیر کی تعلیم و تربیت بھی لائق اور قابل اساتذہ کی نگرانی میں ہوئی، جسمیں مولانا عبداللطیف سلطانپوری، مولانا ہاشم گیلانی، اور علامی سعداللہ قابل ذکر ہیں۔ اورنگزیب کو دینی علوم سے قلبی لگاؤ تھا، لائق اور عالم فاضل استادوں نے اس لگاؤ کو جنوں میں تبدیل کر دیا، اورنگزیب حافظ قرآں بھی تھا یا یوں کہنا چاہئے کہ وہ تیموری سلاطین میں اکلوتا حافظ قرآن فرمانرواں تھا، اور یہ دولت اسنے اپنی زندگی کے ۴۳ ویں سال میں حاصل کی، عالمگیر کے مکمل قرآن پر اسکے ایک درباری شاعر نے یہ شعر کہا تھا:۔

تو حامئ شرع و حامئ تو شارع تو حافظ قرآں و خدا حافظ تو (عالمگیر نامہ۔صفحہ ۲۹۲)

اورنگزیب کو فن خطاطی میں ید طولیٰ حاصل تھا لیکن اسنے یہ فن محض ذاتی زیب و زینت کے لئے نہیں سیکھا تھا، ایام شہزادگی سے وقت پیری تک وہ اپنے اس فن کے ذریعہ سعادت دین بھی کرتا رہا اور قرآن مجید کی نقل کے ہدیہ سے ہونے والی آمدنی سے اپنے ذاتی اخراجات بھی پورے کرتا رہا، مصنف مآثر عالمگیری لکھتا ہے کہ:۔

''قبلہ عالم خط نسخ نہایت خوب تحریر فرماتے تھے اور اسکی کتابت پر حضرت کو خاص قدرت حاصل تھی، جہاں پناہ نے دو قرآن مجید اپنے قلم خاص سے تحریر فرما کر مبلغ سات ہزار روپئے انکی جلد بندی اور جدول کی زیب و زینت میں صرف فرمائے اور دونوں نسخے مدینہ منورہ میں حرم نبویؐ کے اندر بطور نذر رکھوا دئے۔''

عالمگیر نے علوم دنیوی کے ساتھ ساتھ سلوک طریقت کی بھی تعلیم پائی تھی سلوک و دین کی راہ میں وہ جس شخصیت سے زیادہ متاثر تھا وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی شخصیت تھی جسکے متعلق سید صباح الدین عبدالرحمن اپنی شاہکار تصنیف بزم تیموریہ جلد سوم کے صفحہ ۱۴ پر رقم طراز ہیں کہ:۔

''عالمگیر نے سلوک و طریقت کی بھی تعلیم پائی اس سلسلہ میں وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات سے متاثر تھا، اسی لئے انکے فرزندار جمند حضرت معصوم قدس سرہ کے رشد و ہدایت سے مستفید ہوتا رہا۔''

انہیں تعلیمات و تدریسات کا اثر تھا کہ اسنے اپنے دور حکومت میں بہت سے ایسے کاموں پر پابندی عائد کردی جو بادشاہوں اور امراؤں کی زیب و زینت کا سامان پیدا کیا کرتے تھے یا محظوظ ہونے کا سامان تھے۔عالمگیر نے اپنے دور حکومت میں بہت سارے کام احکام الٰہی اور شریعت کے اعتبار سے کئے جنمیں سے کچھ کی وجہ عام انسانوں کی سمجھ سے پرے تھی اسلیئے وہ بدنامی کا شکار ہوا، جنمیں سے ایک بہت بڑا واقعہ سرمد کی شہادت کا تھا، اورنگزیب پر تیر و تفنگ چلانے والے حضرات یہ تو بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ اورنگزیب نے سرمد کا قتل کروایا لیکن کیا وہ اصل حقیقت سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں سرمد کے قتل کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ کلمۂ لا الہ تک ہی پڑھتے تھے انکی ذات کس مقام کی تھی یہ تو اللہ رب العالمین ہی جانتا ہے مگر انکی وجہ سے لوگوں میں جو انتشار پیدا ہونے لگا کہ ایک گروہ انکے ساتھ ساتھ انکے اس ادھورے کلمہ کی بھی گردانی کرنے لگا کھلی سی بات تھی کہ ان حالات میں اسلام کو بچانے کے لئے یہ قدم اٹھانا لازمی تھا سو اسنے کیا۔اسی طرح کا ایک اور واقعہ جو اسکی زندگی سے لوگوں نے زبردستی جوڑ دیا، عموماً لوگ کہتے ہیں کہ عالمگیر شاعری کا قاتل ہے، اگر اسنے بیجا مدح سرائی، قصیدہ سرائی اور گویوں پر روک لگا دی تو وہ شاعری کا قاتل ہے اسکا بس اتنا ہی تو ماننا تھا کہ خزانہ کا پیسا رعایا کا ہے وہ ایسی لغویات میں خرچ ہو یہ بہتر نہیں تو اسمیں برائی کیا تھی اسنے کوئی ایسا فتویٰ تو نہ صادر کیا کہ شاعری کرنے والے کا سر قلم کردیا جائگا، یا ایسی بات بھی نہیں ہے کہ اسے شعر و شاعری سے نفرت تھی بلکہ حالات اسکے زد تھے کہ وہ شاعری کو ادب اور اور تحریر کی جان سمجھتا تھا جسکا بہترین ثبوت اسکے رقعات ہیں بلکہ ان سب سے بڑھ کر وہ خود بھی شاعر تھا اسکے تقریباً اشعار دست بردہ زمانہ نے برباد کردئے یہاں تک کے تذکرہ نگاروں نے اسکا ذکر تک بحیثیت شاعر نہ کیا اما چند ایک کو چھوڑ کر اور ان تذکروں میں ہی عالمگیر کے کچھ اشعار بھی بحیثیت شاعر درج ہیں، بہر کیف یہ امر الگ تحقیق کا موضوع ہے کہ عالمگیر شاعر تھا یا نہیں مگر یہ بات تو بالکل ماہ تاباں کی طرح جلوہ افگن ہے کہ عالمگیر ایک بہترین شعر شناس تھا اس بات کا بین ثبوت اس کے رقعات ہیں جن میں جگہ جگہ اس نے قدماء کے شعراء بہ لحاظ تشبیہ رقم کئے ہیں بلکہ کہیں کہیں تو اس نے اپنی بات لکھنے کے بجاے صرف شعر ہی لکھ دیا۔

عالمگیر کی شعر شناسی، شعر فہمی اور شعر و شاعری کے ساتھ اس کے عہد میں فارسی شعر و شاعری پر اگر نظر ڈالی جائے تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ اس زمانہ پیشتر زمانوں سے زاید شعراء موجود تھے ان کی تعداد کا اندازہ لگانے کے لئے فارسی شاعری کی ہر الگ الگ اصناف پر جو تصانیف رقم کی گئی ہیں ان سے استفادہ حاصل کیا جائے۔ایسی ہی ایک تصنیف جس کا ذکر مقالۂ ہذا کا موضوع ہے ''مثنوی گوئی بہ عہد اورنگ زیب'' ہے جس کے مصنف شعبۂ فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے فاضل استاد، اعلیٰ محقق اور مایہ ناز نقاد جناب ڈاکٹر سید محمد اصغر عابدی صاحب ہیں۔موصوف استاد کا میدان تنقید ہے اور

انہوں نے اپنی اس تصنیف میں عالمگیر کے عہد کے مثنوی گوشعراء کی حیات وتخلیقات پر ناقدانہ بحث کی ہے۔تصنیف کی ابواب بندی کچھ اس طرح ہے:۔

☆ مقدمہ:۔

مقدمہ میں مصنف نے مثنوی نگاری کی تاریخ ،مثنوی کے فن اور قدیم اور مثنوی نگاروں پر مختصراً لیکن مفید روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

☆ باب اول (عہداورنگ زیب کا تاریخی اور سماجی پس منظر):۔

تصنیف کے پہلے باب میں مصنف نے عالمگیر کے عہد کا تاریخی ، سیاسی اور سماجی خاکہ بڑی تفصیل سے کھینچا ہے ۔اورنگ زیب کا عہد حکومت ۱۶۵۸ء سے ۱۷۰۷ء تک ہے ۔مصنف نے اورنگ زیب کی پیدائش یعنی ۲۴ اکتوبر ۱۶۱۸ء سے لیکر وفات تک کے تمام حالات بڑے تفصیل سے رقم کئے ہیں۔

☆ باب دوم (عہداورنگ زیب کا ادبی ماحول):۔

تصنیف کے دوسرے باب میں مصنف نے اورنگ زیب کے عہد کے ادبی ماحول کا تفصیلی خاکہ کھینچا ہے اورنگ زیب کے عہد تک فارسی زبان ہندوستان کے آب وگل میں بھی پیوست ہوسکتی تھی اور اس عہد میں اگر چہ ایران سے آنے والے مہاجر ادباء وشعراء کی تعداد کم ہوگئی تھی مگر ہندوستان کی خود کی زمین نے نامور ادباء وشعراء پیدا کرنے شروع کر دئے تھے اورنگ زیب کے عہد میں شعروشاعری خوب پھلنے پھولنے لگی تھی ۔اس عہد میں چاہے وہ تاریخ کا میدان ہو یا تذکرہ نگاری کا، انشاء پردازی کا یا شاعری کا اس میں ایرانی ادباء وشعراء سے زیادہ تعداد ہندوستانیوں کی نظر آتی ہے۔اگر ایک طرف اورنگ زیب نے ملک الشعرائی کا عہدہ منسوخ کر دیا تھا تو دوسری طرف انہی ادباء وشعراء کو بڑے عہدے عہدے دیگر حکومت کے کاموں میں بھی شامل کرلیا۔انہیں عنایتیں اور خلعتیں بھی عطا کی جاتی تھیں۔مثلاً عاقل خاں رازی جو کہ اس عہد کا ایک بڑا شاعر اور عالمگیر کا بچپن کا دوست بھی تھا اسے اورنگ زیب نے کئی بڑے بڑے عہدے عطا کر کے اسے ہمیشہ حکومت کے ساتھ شامل رکھا۔اس باب نے مصنف نے اس عہد کا ادبی پس منظر بڑے محققانہ اور ناقدانہ انداز میں پیش کیا ہے۔

☆ باب سوم (عہداورنگ زیب کی چند اہم مثنویوں کا تنقیدی جائزہ)

اس باب میں مصنف نے اس عہد کے مشاہیر شعراء اور ان کی مثنویوں کا تفصیلی خاکہ پیش کیا ہے مثلاً مرزا عبد القادر بیدؔل کی حیات کے ساتھ ساتھ انکی مثنویوں مثنوی محیط اعظم ،مثنوی طلسم حیرت، مثنوی طور معرفت اور مثنوی عرفان پر سیر حاصل تنقیدی بحث کی ہے، اس کے بعد محمد اکرم غنیمتؔ کی حیات پر محققانہ تفصیلات درج کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی مثنوی نیرنگ عشق پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔اسی طرح اس عہد کے مشاہیر امراء وشعراء میں سے ایک میر عسکری عاقل خان رازؔی کی حیات کے تمام نشیب وفراز پیش کرنے کے ساتھ ہی ان کے عقیدہ، متصوفانہ خیالات اور حضرت راز الٰہی سے ان کی عقیدت کے ساتھ ساتھ ان کی مثنویوں مثنوی مہر و ماہ، مثنوی شمع و پروانہ، مثنوی مرقع، مثنوی گل وبلبل پر طائرانہ اور ناقدانہ نظریہ پیش کیا ہے، عاقل خان رازؔی نہ کہ صرف ایک اچھا شاعر تھا بلکہ بہترین نثر نگار بھی اس نے نثر میں بھی کئی

تصانیف یادگار چھوڑی ہیں مثلاً وقائع عالمگیری (اورنگ زیب کے عہد کی پہلے پانچ سال کی تاریخ ثمرات الخیال (حجرت راز الٰہیؒ کے ملفوظات کا مجموعہ)، کشکول، رسالہ امواج خوبی، تغمات العشق وغیرہ۔ میر عبدالجلیل واسطی بلگرامی بھی اس عہد کے مایہ ناز ادیب اور شکر فشاں شاعر تھے ان کی حیات اور شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کی مثنویوں مثنوی درعروسی فرخ سیر، مثنوی درعروسی ارشاد خاں، مثنوی امواج خیال اور پدماوت پر بہترین مواد پیش کیا ہے۔ اسی طرح حقیرؔی اور ان کی مثنوی اورنگ نامہ پر اس کے خطی نسخوں کے تعارف کے ساتھ بحث کی ہے۔ حقیرؔی نے اورنگ نامہ کے علاوہ مثنوی مادھونل کام کندلا موسوم بہ محض اعجاز اور مثنوی نصرت مرتضی بھی نظم کی ہیں جو کہ اورنگ نامہ کی ہی طرح اعلیٰ پایہ کی بھی ہیں اور مشہور بھی ہیں۔ اسی طرح محمد رفیع بازلؔ اور ان کی مثنوی حملۂ حیدری پر تفصیل سے بحث کے ساتھ ہی باب کا اختتام ہوتا ہے۔

☆ باب چہارم (عام مثنویوں کا ذکر):۔

باب سوم میں مشہور مثنویوں کا ذکر کرنے کے بعد تصنیف کے چوتھے باب میں مصنف نے اس عہد کی عام مثنویوں اور ان کے مثنوی نگاروں کا بھی ذکر پیش کیا ہے ان میں نعمت خاں عالی کی مثنوی، مثنوی نعمت خان، مرزا محمد مبارک واضح کی مثنوی مثنوی آئینہ راز، مثنوی ساقی نامہ، مثنوی اسرار معنوی، میر عبدالجلیل بلگرامی کی مثنوی مثنوی امواج خیال، مثنوی درعروسی ارشاد خاں، گرو گوبند سنگھ کی مثنوی ظفر نامہ، ناصر علی سرہندی کی مثنوی، مثنوی ناصر علی، عاقل خاں رازؔی کی مثنوی شمع و پروانہ، مرقع، بینش کشمیری کی مثنوی بینش ابصار، گنج رواں، گلدستہ، شور خیال، مثنوی رشرہ گوہر، مثنوی جواہر خانہ، میرزا معزالدین فطرت موسوی کی مثنوی، مثنوی فطرت، سیر میر محمد زمان راسخ کی مثنوی داد و فریاد، خیر اللہ عارفؔ لاہوری کی مثنوی مسعود نامہ پر مختصراً تحریر پیش کرنے کے ساتھ چندان مثنویوں کے نام بھی پیش کئے جن کا ذکر صرف تذکروں میں موجود ہے ان کے نسخے یا تو دست بردہ زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکے یا کسی ذاتی کتب خانے میں طاق عسیاں بنے ہوئے ہیں ان میں مثنوی اہل بیتی۔ اہل بیتی، مثنوی لمعات الطاہرین۔ غلام علی دکنی، مثنوی ہفت اختر۔ عیشؔی، مثنوی جہان نامہ۔ فنائؔی، مثنوی لطیفۂ شوق۔ جنوبؔی، مثنوی راماین۔ چندرمن بیدلؔ، عشق نامہ۔ بیائؔی، ہیر رانجھا۔ فنائؔی، مثنوی بیغم۔ بیغؔم، مثنوی کشمیر۔ جویا تبریزی وغیرہ وغیرہ۔

☆ باب پنجم (عہد اورنگ زیب کی مثنوی گوئی کا تنقیدی جائزہ)

اس باب میں مصنف نے اختتامیہ کے طور پر اس عہد کی مثنوی نگاری پر عمومی تنقیدی نظریہ پیش کیا ہے۔

مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ عہد اورنگ کے سیاسی، سماجی، تاریخی اور شعری ماحول پر یہ ایک بہترین تصنیف ہے خاص کر اس عہد میں شاعری کی اصناف میں سے مثنوی نگاری کا بہترین خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ متن کی زبان نہایت آسان اور عام فہم ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ تصنیف نہ کہ صرف محققین کے لئے بلکہ عام قارئین اور طلباء کے لئے بھی کارآمد ثابت ہو رہی ہے۔ مصنف کی دیگر تصانیف میں ''دیوان آرزو'' بھی کافی اہمیت کی ہے۔ میں بارگاہ ایزدی میں دعا گو ہوں کہ وہ استاد گرامی کو ایسے دگر کارناموں کے لئے صحت اور ہمت عطا کرے۔ (آمین)

☆☆☆

S. No.: 6 ISSN- 2394-5567

DABEER

(An International Peer Reviewed Refereed Quaterly Literary Research Journal For Persian Literature)

VOLUME:- III **ISSUE:- I**

January to March 2016

Editor:
Ahmad Naved Yasir Azlan Hyder

Address:
Dabeer Hasan Memorial Liberary ,12, Choudhari, Mohalla, Kakori, Lucknow, U.P., India-226101
Email:- **dabeerpersian@rediffmail.com**
Mob. no:- 09410478973

Founder:- **Professsor Umar Kamaluddin Kakorvi,** LU, Lucknow.

Chief Supervisor:- **Dr. S. M. Asghar Abidi**, AMU, Aligarh.

Supervisor:- **Dr. Anjuman Bano Siddiqui,** Lucknow.

Editorial Board

Professor Syed Hasan Abbas, BHU,

Professor S M A Khursheed, AMU,

Professor Aleem Asharaf Khan, DU,

Dr. Shahid Naukhez Azmi, MANUU,

Dr. Muhammad Aqeel, Persian, BHU,

Dr. Muhammad Qamar Alam, AMU,

Zunnoorain Haider Alavi, Editor Bi-Annual **TASFIYA**, Kakori, Lucknow.

Naqi Abbas Kaifi, Editor Quaterly **NAQD-O-TAHQEEQ**, Delhi.

Arman Ahmad, Editor Quaterly **IRFAN**, Chapra, Bihar.

Co-Editors

Mohammad tauseef, AMU, Aligarh

Atifa Jamal, Lucknow

Munazir Haque, AMU, Aligarh

Muhammad Hasan, AMU.

Muhammahd Anash, AMU, Aligarh

Sarim Abbas, AMU, Aligarh

Asharf Ali, AMU, Aligarh

Rajesh Sarkar, BHU, Varanasi

Mohammad Jafar, JNU, Delhi

Saduddeen, AMU, Aligarh

Review Comiitee

Professor Azarmi Dukht Safavi, Director IPR, AMU, ALigarh.

Professor Shareef Hussain Qasmi,, Ex-Dean, F/0 Arts, DU, Delhi,

Professor Mohammad Iqbal Shahid , Dean F/o Laguages Islamic & Ori. Lear. , GCU, L.

Prof. Abu Musa Muhammad Arif Billah, Al Biruni Faundation, Dhaka.

Professor Abdul Qadir Jafery, HOD Arbic & Persian, A. University.

Dr. Najm ul Rasheed, Persian, Punjab University, Lahore.

Advisory Board

Professor Ziyauddin Ahmad Shakeb Kakorvi,

Professor Panna Lal, HOD History,AU

Professor Ram Sumer Yadav, Lucknow

Professor Musheer Hussain Siddiqui, LU

Dr. Gulfihsa Khan, AMU

Dr, Ata Khursheed, MA Liberary, AMU

Dr. Pradeep Jain, Allahabad.

Dr.(Ms.) Berna Karagözoglu, Agri Ibrahim Çeçen University, Turkey.

Dr. Iftikhar Ahmad, M A College, Colcata.

Dr. Alam Azmi, KMCUAFU, Lucknow.

Dr. Arshad Qadiri, Lucknow University,

Dr. Sakina Khan, HOD Persian, MU,

Dr. Shahram Sarmadi, Tehran, Iran.

Dr. Prashant Keshavmurthy, Macgill Univ.

Inci Celikel, Anatoliya Univerity, Turky.

B. Mallu Naik

Technical Assitant, Dept of Archaeology & Museum, Telangana

A Recent Treasure Troves of Vijayanagara Coins at Garlabayyaram, Khammam District - A Study

Meaning of Treasure Trove:

A collection of Valuable things (Such as Gold, Silver coins or Jewels) found in a place where it was hidden, buried etc.

Introduction:

A Treasure Trove consisting of 40 Gold coins is received on 16-09-2015 from police Station, Garlabayyaram Khammam District. Treasure Trove is assigned to Vijayanagara period.

Historical Background:

After the fall of Kakatiya, Hoyasala, and Yadavas the Vijayanagara Empire established in 1336 A.D. Hampi as its Capital on the bank of river Tungabhadra by Harihara under the able guidance Sri. Vidyaranya Swamy of Sringari Sarada Peetham, to overcome from Islamic onslaughts in South India. The empire was ruled by four Dynasties namely 1. Sangama (1336 - 1485 A.D), 2. Saluva (1485 - 1505 A.D) 3. Tuluva (1505 - 1570 A.D) and 4. Aravidu (1570 - 1675 A.D).

Economic Conditions:

The Vijayaagara Kings had minted coins for Trade purpose.

Mints:

The Vijayanagara Kings established number of mints at Hampi, Penugonda, Gutti, Tadipatri, Gandikota, Chandragiri, etc.

Metal of Coins:

The Vijayanagara kings issued number of coins in Gold, Silver and Copper metal.

1. Gold Coins: The denomination in Gold Coins are Gadyana or Varaha, Pon

or Pagoda, Pratapa, Mada or Madai, Katti, Pana, Haga.

2. Silver Coins: The Silver Coins were denominated as "Tara".

3. Copper Coins: The Copper coins known as Pana, Jital and Kasu

Symbols on coins:

The Vijayanagara kings used both the animal and bird figures besides Gods and Goddesses on their coins.

Sangama Dynasty:

Hanuma, Garuda, Bull, Elephant, Umamaheswara, Laxminarayana, Saraswathi, Brahma & Laxminarasimha.

Saluva Dynasty:

The coins of Saluva dynasty are not known

Tuluva Dynasty:

Bear the symbol of Lion, Venkateswara, Balakrishna, Bull, Gandaberunda, Garuda & Laxminarayana.

Aravidu Dynasty:

Bear symbol of Sri Rama, Shanka, Chakra, Garuda, Varaha, Elephant, Hanuman, Bull, Venkateshwara.

Weight & Shape:

The weight of the each coin is 1650 mg minimum and 3380 mg, maximum. The total weight of 40 gold coins 117.840 gms. The coins are in round shape.

Types of Coins:

The total 40 Gold coins can be classified into two groups.

1. Krishnadevaraya are of Balakrishna type.

2. Achutaraya are of Gandabherunda type

1. Balakrishna Coin:-

Obverse: The lord Balakrishna sitting with right knee bent and resting on the seat and the other raised up and supporting the arm. The right hand holds a ball of butter. The lord wears all usual ornaments. Around the lord's head is a circle of dots, with Shanka & Chakra on left and right respectively.

Reverse: A legend in Nagari in three lines with the rules between the lines as follows.

Sri Pra

ta pa Kri shna

ra ya

2. Gandabherunda Coins:

Obverse: The Gandabherunda or double headed is shown flying upwards. The back view is presented. It is wearing ornaments. The head has a crest. The huge bird is flying upward carrying in each of its beaks and two claws a full grown tusker elephant. The bird wears necklaces and rings on its necks and the elephants are shown with uplifted trunk and tail, in terror, probably in despair.

Reverse: A legend in three lines in Nagari with Interlineary rules:

Sri Pra

ta pa chyu ta

ra ya

Reference Books:

1. Indian History - Agni Hotri - Pg. No. B 149
2. A Catalogue of the Vijayanagara Coins - 1962, Sri. N. Rameshan, Page No. 45, 68, & 70.
3. Inscription of Andhra Pradesh Mahaboobnagar District - 2003, Sri. A. Rama Laxman, Page No. 152, 154, & 161.
4. Corpus of Telangana Inscriptions - 1973, Sri. Abdul Waheed Khan, Page No. 99.

1/2015-40

KṚISHṆADEVARĀYA—BĀLAKṚISHṆA COINS :

Obverse : The Lord *Balakṛishṇa* sitting with the right knee bent and resting on the seat and the other raised up and supporting the arm. The right hand holds a ball of butter. The Lord wears all usual ornaments. Around the Lord's head is a circle of dots, with *Śankha* and *Chakra* on left and right respectively.

Reverse : A legend in *Nagari* in three lines with the rules between the lines as follows :

Śrī Pra

ta pa kṛi shṇa

ra ya

1/2015-40

ACHYUTARĀYA—GANḌABHERUNḌA COINS :

Obverse : The *Ganḍabhēranḍa* or double headed eagle is shown flying upwards. The back view is presented. It is wearing ornaments. The head has a crest. The huge bird is flying upward carrying in each of its beaks and two claws a full grown tusker elephant. The bird wears necklaces and rings on its necks and the elephants are shown with uplifted trunk and tail, in terror, probably in despair.

Reverse : A legend in three lines in *Nagari* with interlineary rules :

श्री प्र — *Śrī Pra*

ता पा च्यु त — *tā pā chyu ta*

रा य — *ra ya*

Sarfaraz Ahmad Khan (Dr.)
Assistant Professor (Persian) MANUU, Lucknow Campus

Modern Persian Short Stories:
Development and Evolution

As we have seen, the anecdote and short tale was not new to Persian literature. Infact this particular genre has been available in Persian Classics starting from *Kalila wa Dimneh* to Qani's *Pareshan* and even after that. But in the reign of Qajars Iran was exposed to western ideas, education, culture, language and literature. In the beginning of 20th century, when Iran came in contact with the west it was the short story that was reigning over the literary scene of the world. The Iranian writers were excited and impressed by the interesting literary genre and quickly responded to it.

The present article tries to analytically look at the trends of Modern Persian Short Stories and also attempt a thematic study of the stories which proved to be milestones in the journey of Persian short story writing in the early 20th century A.D.

Muhammad Ali Jamal Zadeh that very unusual, extremely perceptive writer of Iran was the first to bring this literary form to Iran with his *Yaki Bud Yaki Nabud* and then the flood gates opened and short story or داستانِ کوتاہ became the most important medium to express their feeling and concerns for Iranian writers. Raza Barahini has mentioned in his book that:

”این اولین کتابی است کہ برخلافی عادات ورسوم بہ زبان محاورۂ معمولی نوشتہ شدہ بود۔ انتشار این کتاب یکی از مہم ترین حوادث تاریخ ادبیات است۔ اگرچہ حکایتہای اواز تیرگیہایی داستان کوتاہ فرنگی وشگرفہای فنی چندان بہرۂ ای ندارد۔ بر بنیاد قصہ گوی ایران وبام الہام گرفتن از فنون فرنگی داستان طرحی نو در ادبیات داستانی ما پی افگندہ است“ (۱)

In his preface to 'یکی بود یکی نبود' he wrote Farrukhi Sistani's famous couplet:

فسانہ گشت و کہن شد حدیث اسکندر   سخن نو آر کہ نورا حلاوتی است دیگر

Because this is his first collection of short stories he had to add a glossary of colloquial and dialect words and slangs for the benefit of the

common reader since, those had been usually overlooked by lexicographers and shunned by writers. He emphasized new themes and trends in short stories like simplicity of language use of proverbs and colloquialism. He referred to it as the new school of thought in language. He is a trend setter. Also he has dropped in a word of caution for modern writers against an exaggerated use of colloquialism, to which he seems to be tempted himself at times. His stories became a subtle medium to express the feelings of common man and down trodden people.

He is considered as the father of modern short story in Iran and has strongly stressed the significance of literature as a reflection of social and cultural reality. He showed the Iranian writers of his age that the popular Persian tradition of story telling and anecdotal literature could be perfected and transformed into the modern day short story. Jamal Zadeh lead in short story writing was followed by such celebrated and talented writers as Sadiq Hedayat, Buzurg Alvi, Sadiq Chubak, Jalal Ale Ahmed & Simin Daneshwar etc.

Early 20th Century was the time of political upsurgence in Iran and the wish to change the socio-political system of the country went in hand with changes in literature and style. At that time the writers and the poets both were not only men of letters but also social activists who wished to bring change in their society and system. The Times Literary supplement has described modern Persian Literature as a :

"Literature of Revolt" [2]

The intellectuals and writers wrote for the people and also they wrote for their rights…..and the short story became their most important vehicle of expression. A closer look at the distinct features clearly shows how close and pertinent these themes are to the changing political scenario of Iran. We also see committed writers who challenged foreign domination and exploitation of Iranian masses by the western powers like Russia and Great Britain. As Bahar describes them as usurpers.

دلبران خود سر و ھرجائی و روسی سفتند ورنہ در خانۂ غیر از چہ سبب جادارند
(ملک الشعراء بہار مشہدی)

After the Constitutional Revolution of 1905 these feelings took the shape of a strong movement in which all Iranians were united. Also the short stories and their themes are focused on the socio-political issues and problems of day to day life, be it religion, regional customs or obsolete ideas, these writers were bold enough to examine, to criticize and to reject that which was not relevant to modern age. They wished to discard the heavy yoke of the despotic regime and for this they wanted to take their countrymen with them. The stories produced during this time clearly shows the tendencies of the writers to break free from old rituals and adapt a more scientific way of living. Be it Jamal Zadeh, Sadiq Hedayat, Sadiq Chubak, Hejazi, Ale Ahmed, Bozorg Alvi or other, they all promoted the establishment of a democratic system, giving men and women their rightful place in the society.

The writers of short stories of this period wrote about gender issues, exposed the miserable life of the Iranian women of that time and strove to give legitimacy to the demands of the down trodden. Women became central character to the plot of many stories and suddenly they left their private and veiled space to demand their rightful place in the public sphere. Many short story writers of that time openly criticized the oppression of women in a male-oriented society.

Foremost among them are Sadiq Hedayat, Sadiq Chubak and Muhammed Hejazi. Some of the short stories of Jamal Zadeh like *Dard-e-dil-e-Mulla Qorban Ali,* and *Wailan-ud Daulah* throw light on women's changing status in society and their demand for participation in public education and the right to choice in private life. But the true champion for the cause of women is of course Sadiq Hedayat. Through his short stories he displayed the true face of the Iranian women of late 19th century and early 20th century, advocated their rights, sometimes openly at others symbolically. His short stories like *Abji Khanum, Madlin, Morde Khorha, Girdab, Dash Akul, Ayina-e Shikasta, Zani ke Mardash ra Gum Kard, Arusak-e Pusht e Parda* and many more show cased the injustice done to women in particular

society.

Other authors who wrote about women and their plight are Bozorg Alvi and Jala-Ale-Ahmed. Bozorg Alvi's *Chamadan, Qurbani, Urus-e-Hazar Damad, Sarbaz Surbi* and *Raqs-e Marg* are very sentimental and romantic short stories. His mind was reform oriented and he demanded emancipation of women, education for all, equal rights and opportunities for women through his short stories. Sadeq Chubak is also considered to be the most consciously analytical amongst the Persian writers of short fiction. Some of the short stories of his collection *Ruz-e Awwal -e Qabr* and *Cheragh - e Akher* analyze the status of women in Iran. He chose the low-life characters of women and pointed out that women are not just a piece of pleasure but their place in society is that of a responsible human being.

The above mentioned writers are very popular even in these days in Persian world. Their characters are drawn from all strata of the society and some of the writers have specially focussed on the poor and lower middle classes. The men and women that inhabit these stories are of real flesh and blood without any kind of artificialities about them. Their short stories has always been considered by literary critics as a medium to capture the ambiance and atmosphere of the place where these writers have based their story upon. It has been alluded to as a "school for obtaining informations about different regions, countries, their people, culture, life, belief and customs as Jama Zadeh says.

”بما خیلی معلومات لازم ومفیدی می آموزد چہ تاریخی، چہ علمی، چہ فلسفی واخلاقی وعلاوہ برآن طبقات یکی ملتی راکہ بحکم اختلاف شغل وکارومعاشرت خیلی از چگونہ احوالات وخیالات وحتی از جزئیات نشست وبرخاست یک دیگری بی خبراند از حالا یک دیگر خبردار وبہم نزدیک می نماید۔“(۴)

We can say that the modern short story writers of Iran displayed a great insight into the affairs of Iran and depicted the characters from all walks of life. Through their character and stories we can get a clear glimpse of Iran of 20th Century. They have written stories which are full of vivid details of its socio-political conditions, its culture, language, history, religious institution etc. Jamal Zadeh was the first short story writer whose short stories are like a school for young fiction writers. His stories like *'Farsi Shakar Ast, Rajl-e*

Seyasi, Dard -e Dil-e Mulla Qurban Ali, Bila Digh Bila Chuqandar etc are replete with information regarding Iran's social, political and religious life, language, rituals and customs. In *Farsi Shekar Ast,* we can get a glimpse of Iranian prisons, an ordinary provincial boy and his innocence, ports of Anzali and their cut - throats, pompous Akhunds, a representnative of the so-called western gentlemen with his hybrid language, the government officers of Iran and their inability, their greed for bribery, the local peoples dialects', their slangs etc. In just one story can get information about one thousand aspects of Iranian culture and life.

In another story *'Dusti-e-Khala Khirsa* one gets acquainted with a café waiter a Russian soldier, the tragedy faced by people in world war II, the ill effects of war etc. Another story *Dard-e Dil -e Mulla Qurban Ali* shows the character of a cleric, his wickedness and hypocricy. *Bila Deg Bila Chuqandar* shows the reader the despotic order, way of life of ruling clerics, class distinction of the late Qaja Period etc.

The stories of Sadeq Hedayat encompass the full spectrum of the Iranian society. Through his stories he cast a spell on the readers mind as if it is not a story but a film. The audio visual effect of his writings are discovered in almost all of his stories be it *Sag-e-Vilgard, Seh Qatra Khun, Abji Khanum, Dash Akul, Zan-e-Ke Mardash-ra Gum Kard, Talb-e Amurzish, Murda Khurha, Muhallil, Akhrin Lab Khand, Bun Bast or Mihan Parast.*

These stories show the true face of Iran of early and mid 20th century A.D., its socio-political condition, religion, religious short comings, culture, different ills of the society, peoples life and their plight, plight of women in particular, Iranian customs etc. Look at this paragraph of *Talab-e Amurzish* and you can see how he describes the scene vividly making it alive with flesh and blood characters.

”نزدیک غروب بود که کاروان وارد خیابان شد که دو طرفش دیوارهای خرابه و دکانهای کوچک بود۔ در اینجا ازدهام مهیب بر پا شد۔ عربهای پاچه ومالیده، صورتهای احمق فینه بسر، قیافه های آب زیر کاه، عمامه ای باریشها و ناخنهای حنا بسته و سرهای تراشیده تسبیح می گردانیدند با نعلین و عبا و زیرشلواری قدم می زدند۔ زبان فارسی حرف می زدند یا ترکی بلغور می کردند یا عربی از بیخ گلوهایشان در می آمد و در هوا غلغل می زد۔“(۵)

These stories also display a fierce desire of their writers to get rid of

their foreign masters and of their stupid rulers. Their characters, their themes, their plots, their treatment of the story paved the way to welcome a new world. We may say that the most prominent of the trends and themes of these short stories originated from the desire to put Iran and also its literature on the map of the newly emerging world order. To quote Jamal Zadeh:

متشرع را با صوفی، صوفی را با زرتشتی، زرتشتی را با بابی، طلبه را با دیوانی یا با بازاری بیک دیگر نزدیک نموده وهزارها مباینت و خلاف تعصب آمیز را که از جهل ونادانی وعدم آشنایی بهم یکدیگر بمیان می آمد رفع وزایل می نماید۔ دسته های مختلفہ ملتی را از یک دیگر آگاه وبهم آشنا می نماید۔ شهری را با دهاتی نوکر باب را با کاسب ُ کرد را با بلوچ، قشقائی را با گیلک ،، (٦)

We many conclude by saying that starting from the Qajar period to the modern times and even after the Islamic Revolution of Iran, the short story remains the most important and popular medium of expression in Iran. The mission started so long ago by Muhammaed Jamal Zadeh is being carried forward with the same commitment, enthusiasm and zest by today's short story writers like Farkhundeh Aqai, Reza Julai, Guli Tarraqi, Hoshang Azurzadeh, Sharnush Parsipur, Moniru Ravanipur and others, The short story had started journey in Iran almost hundred years ago and today it is flourishing as a vibrant, meaningful and most popular literary form.

****

References or End Notes:

١) نقد آثار محمد علی جمال زاده، تهران، ١٣٥٦ ش، ص، ٩٣

Times Literary Supplement, 15 May 1945 (٢

Revolution and Creativity , Prof. A.D. Safavi & A.W. Azhar Dehlavi, (٣
2006, Rupa& Co. New Delhi. P .44.

٤) دیباچه، یکی بود یکی نبود، سید محمد علی جمال زاده، چاپ ششم، تهران، ١٣٣٩م، ص، ٩

٥) طلب آمرزش، صادق ہدایت، دریای گوهر، مهدی حمیدی، ص ٤٣٤

٦) دیباچه، یکی بود یکی نبود، سید محمد علی جمال زاده، چاپ ششم، تهران، ١٣٤٩م، ص، ٩

کتابنامه:

٢۔ از نیما تا روزگار ما، جلد سوم، انتشارات زوار، تهران، ١٣٩٦ھ ق

۳۔ادبیات نوین ایران، انتشارات امیر کبیر،۱۳۴۳ھ ق

۴۔ جنبۂ اجتماعی دررمانهای فارسی، کتابستان۔

۵۔شاہکارہای نثر فارسی معاصر، کانون معرفت، تہران ۱۳۳۶ھ ق

۶۔صدسال داستان نویسی ایران، حسن میر عابدیني، انتشارات طوس ۱۳۶۸ م۔

۷۔چشمہایش، بزرگ علوی، موسسہ انتشارات امیر کبیر تہران ۱۳۵۷۔

۸۔شکوفایي داستان کوتاہ درھمہ نخستین انقلاب، تہران، نقی زادہ صفدر۔۱۳۵۸۔ جویبار لحظہ ھا (ادبیات معاصر فارسی نظم و نثر، تہران، ۱۴۲۰م

۹۔انواع ادبی، دکتر سیروس سمیشا چاپ چہارم، تہران ۱۳۵۸ھ ق

۱۰۔ایران میں جدید فارسی ادب کے پچاس سال، دکتر رضیہ اکبر، حیدرآباد، ۱۹۹۱ء

English Sources:

1. Modern Iran,Elwel Sutton, 1942

2. Iran Past & Present, Donald N. Wilber

3. Press & Poetry , E.G. Browne, Cambridge 1927.

4. Modern Persian Prose Literature, H. Kamshad, Cambridge, London, 1968.

5. The Impact of West on Persia, Ann. K.S. Lambton, 1957.

6. History of Iranian Literatrue, Jan Rypka, 1968.

7. Revolution & Creativity, A.D. Safavi & A. W Azhar Dehlavi, 2006.

8. Persian Short Stories (Review), Dr. Wasif Ahmed, 2009.

☆☆☆

Mousumi Roy (Dr.)
Assistant Professor, Visva-Bharti, Sangit Bhavan, Shantiniketan

SAMA: A MUSICAL CONTRIBUTION OF KHUSRAW IN DEDICATION TO NIZAMUDDIN AULIA CHISHTI WITH REFERENCE TO FAWAID-UL-FAWAD

In the year of 1186 with advent of Mohammad Ghori Shaikh Mainuddin Chishti came to India. He married a lady Shiya Muslim, daughter of Syed Husain King Swar. In the time there many variety of sampraday and parampara (tradition) were born in Sufi cult. Ghori, Khilji and Tughlak were gradually moved by Shaikh Mainuddin Chishti, his disciple Qutubuddin Bakhtiyar Kaki, his disciple Baba Fareeduddin Ganjashkar and his disciple Shaikh Nizamuddin Chishti. Kazi and Maulavi sect were deadly against Sufi propagator and they were against it cause of their love for music.

First Sufi Salman was Persian, Shaikh Nizamuddin Chishti, Jameri of Chishti sect was an Iranian by birth. He himself established as a representative of famous Sufis of Baghdad, Isfahan, Tabrez, Khurasan, Hirat, Balkh and Gazni. Maulana Fakhruddin, maulana Burhanuddin Gareeb. Amir, Hasan Ala Sanjari and Qazi Saifuddin that disciples of Shaikh Nizamuddin Chishti worked at Deccan, Maulana Akhli Siraj worked at Bengal. And Khawaja Karimuddin Bayana worked at Bihar. Thus Chishti's tradition pervaded all over the India.

Jalaluddin Khilji, Kutubuddin Khilji and Gayasuddin Tughlak, they were dead against Nizamuddin Chishti but Amir Khusraw adorned by these three emperors. Neither Nizamuddin Chishti did any remarks against three emperor, nor Amir Khusraw quitted his works to the Durbar of emperors.

Allauddin Khilji rules over 20 years (1296-1316) at Delhi. In that

period Nizamuddin Chishti send his disciples all over the India. He brought thousands of musician to Delhi from different corners of India. They took talim for Quwali, Amir Khusraw, Hasan Ala Sanjari, Sayeed Mohammad Imam, Sayeed Mohammad Musa, Ahmed Ayaj. They all of disciples of Nizamuddin, composed the song of local dialect, based on the philosophy of Chishti. These were possible only for the inspiration of Nizamuddin Aulia Chishti. Amir Khusraw arranged a competition between the performers of Khurasan and India. He did the Bargikaran in Mukam system (mel system, sansthan system) of Indian raga and created the Sankirna raga, where Indian and non-Indian raga mixed.

In India there are main four varieties of Sufi traditions, Chishti silsila, Naksbandiya silsila, Quadria silsila and Sohrawardia silsila. Among the four, only Chishti silsila referred Sama as legal. They have a belief on Allah getting through music. They can sing Sama with hard discipline and restrictions. At the early age boys cannot sing Sama. In the Sama any Buzurg or Murshad used Sufiana. In India Khwaja Mainuddin started first. At the time of 'Urs' (Death Anniversary of Prophet) Sama was used to sing. Till now, there is a great arrangement going on at the graveyard of Nizamuddin Awlia Chishti.

It is beyond dispute that Khwaja Moinuddin Chishti and Hazrat Nizamuddin Aulia made seminal contributions to the establishment of Sufism in India. This school thought quickly attracted followers, since people perceived it as a relief from the strict rigidity preached by the Hindu and Islamic orthodoxy. Indeed, the Sufi tradition in India represents a confluence of the best that either religion has to offer, and due to its syncretistic and non-prejudiced outlook, it has been instrumental in promoting harmony between the Hindu and Muslim communities.

The fundamental beliefs of Sufism concern love as a path to spiritual salvation. It lays grate stress on sihq-e-majaazi (temporal or erotic love) as a means to ishq-e-haqiqi, or divine love, inevitable; adherents of Sufism have some written some of the finest love poetry ever. Sufis also emphasis the

notion of zikr, which literally means 'reference' or 'remeberence'. This entails invocation or contemplation of the divine.

Different sects adopted different methods of dhikr. Unlike the Suhrawadi and the Qadri which found music objectionable, the Chishti and a few other orders laid emphasis on Sama that is , dhikr through ecstatic singing, dancing and so on. It is this spiritual context that Amir Khusraw's monumental contribution to literature and music emerged.

Sama is a Sufi ceremony performed as dhikr. Sama means "listening", while dhikr means "remembrance". These rituals often include singing, playing instruments, dancing, recitation of poetry and prayers, wearing symbolic attire, and other rituals. It is a particularly popular form of worship in the Chishti order of the Indian subcontinent.

This term stems from the root-verb meaning acceptance by tradition, from which derives the words 'sam' and 'istima'(listening),paired with 'naql' and taqlid (tradition), It may have been in use since the 10th century to refer to a type of dikhr (remembrance of God), a spiritual concert, a ceremony used by various Sufi orders, particularly the Chishti order of the sub-continent. It often involves prayer, song and dance.

The origination of Sama is credited to Rumi, Sufi master and creator of the Melvlevis. The story of the creation of this unique form of dhikr is that Rumi was walking through the town marketplace one day when he heard the rhythmic hammering of the goldbeaters. It is believed that Rumi heard the dhikr, "la ilaha ilallah" or in English, "no God but Allaha" in the apprentices beating of the gold and so entranced in happiness he stretched out both of his arms and started spinning in a circle (Sufi whirling). With that the practice of Sama and the dervishes of the Mevlevi order were born. The Sama' has roots in Persian and Turkish culture, and is associated with oriental traditions.

Abu Sa`id, (357 A.H.) (967 c.e.) was born in Mayhana, a town near Sarakhs, which today is in the former Soviet Republic of Turkmenistan, bordering Iran. He is noted for establishing a rule for conduct in the khanqah and also for the

introduction of music (Sama'), poetry and dance, as part of the Sufi collective devotional ritual of dhikr.

The Sama represents a mystical journey of man's spiritual ascent through mind and love to perfection. Turning towards the truth, the follower grows through love, deserts his ego, finds the truth and arrives at perfection. He then returns from this spiritual journey as a man who has reached maturity and a greater perfection, so as to love and to be of service to the whole of creation. Rumi has said in reference to Sama', "For them it is the Sama' of this world and the other. Even more for the circle of dancers within the Sama who turn and have in their midst, their own Ka'aba." This relates Sama' to the pilgrimage to Mecca, in that both are intended to bring all who are involved closer to God.

Sama emphasizes singing, but also includes the playing of instruments, particularly for introductions and accompaniments. However, only instruments which are symbolic and not considered profane are used. The most common of these are the tambourine, bells, and flute. It often includes the singing of hymns, called Qual and Bayt. Poetry is often included in the ceremony as well, because while it is inadequate by itself, it works together with aid in spiritual contemplation. Any poetry, even the erotic, can be applied to God, and thus used for this ceremony. However, the listener's heart must first be pure, or the dancing components of Sama' will make these people full of lust instead of love for God. Additionally, being in love with a person rather than with God clouds a person's mind when they are listening to erotic poetry. Verses from the Qur'an are never used for this purpose, and not only because their meanings are said to be somewhat dulled through repetition. Qur'anic verses are never to be set to meditation, nor ornamented or improvised in any way, so that they remain sacred texts.

Sama is a way of meditating on God through focusing on melodies and hall (dancing). It brings out a person's love of God, purifies the soul, and is a way of finding God. This practice is said to reveal what is already in one's

heart, rather than creating emotions. All of a person's doubt disappears, and the heart and soul can communicate directly with God. The immediate goal of Sama' is to reach wajd, which is a trance-like state of ecstasy. Physically, this state may include various and unexpected movements, agitation, and all types of dancing. Another state that people hope to reach through Sama' is khamra, which means "spiritual drunkenness" from Ishq-e-Haqiqi. Ultimately, people hope to achieve the unveiling of mysteries and gain spiritual knowledge through. Sometimes, the experience of wajd becomes so strong that fainting or even, in extreme circumstances, death, occurs.

Due to differences in culture between Muslim groups, participation in musical performance is condoned in some and considered questionable in others. Meditation and Sufi practices are allowed in Islam as long as they are within the limits of the Shari'ah (Islamic law). All castes can participate, although there is debate between Sufis and legalists about whether novice Sufis and ones more advanced in their faith are capable of achieving the same positive results from Sama'. The same debate exists for the young, and whether they are capable of overcoming their lust and clearing their hearts to worship God.

Khusraw Indian ancestry exposed him to the greatness of Indian culture, especially its music, for which developed a special liking. He discovered an abiding love for poetry at a very early age. This coupled with his equally strong spiritual inclinations, led him to Hazrat Nizamuddin Aulia at the tender age of eight.

These exists a legend that he was initially force him to accompany her there. When they reached, he refused to enter the monastery, and instead, remained standing outside its gates. He then composed in his head the following lines:

Tu aan shahi ke ber aiwan-e qasrat
Kabutar gar nasheenad, bazz gardad
Ghareeb-e mustamand-e ber der aamed

Be-yaayad andaroon, ya bazz gardar

(You are king at the gate of whose place

Even a pigeons becomes a hawk

A poor traveler has come to your gate

Should he enter, or should he return?)

Hazrat Nizamuddin, siting inside the Khanqah, read the thoughts in Khusraw's mind. He immediately dispatched a servant to read to the young boy standing by the gates the following:

Be-yaayad andaroonmars-e haqeeqat

Ke ba ma yek nafas hamraaz gardad

Agar abla buvad aan mard-e naadan

Azaan raah-e Beaamad baaz gardad

(O man reality, come inside

So you became for a while my confident

But if the one who enters is foolish

Then he should return the way he came)

Khusraw was so impressed that he decided forthwith that he had found his spiritual guide. Over time the love between mentor and disciple grew to such sublime propotions, Nizamuddin even declared that had his religion permitted it, he have wished for Khusraw and himself to be buried in the same grave.

Sama is a devotional holly musical composition. Its divided in some forms qwals, ghazal , geet and at the end Qalbana in Chishti parampara.

He is considered as the pioneer figure of the Indo-Muslim music. In fact it was he who started the process of synthesizing Turko-Persian music with Indian music. He has been credited for three books on music, just three diwans of poetry, out of ninety nine books credited to him. "My verses are so far been collected in three diwans would you believe, that if there were a system of notation for registering musical compositions, my performance in the field of music too, would have been collected in three register". He

invented a number of ragas and raaginis, and he introduced Qaul, Qalbana, Tarana, Ghazal composed in Persian and Hindvi. Khusraw represents one of the first Indian personages with a true multi-culture and pluralistic identity. He expressed his love for Hindusthani and writes in his introduction to 'Ghurrat-ul-Kamal'. "I am a Hindusthani Turk. I compose verses in Hindwi with the fluency of running water". Amir Khusraw served as ambassador of Hindi-Muslim unity in his time.

Multan had long served as the seat of the Arab governors of Sind. Besides it was the hallowed abode of the Suhrawardi saints, of whom Sheikh Bahauddin Zakaria Multani (ob 624 AH) (1226 AD) had just preceded Khusraw as a music wizard tradition ascribes the formalization of the initially pentatonic Multani melody to him. His 'Khanqaah' was a meeting as well as training ground for the outstanding qaul singers of Baghdad Tran-Oxus and other places. Malik Qa'an highly prized the rendering of Arabic qauls by the qawwals of this 'khanqaah' and created precedence by standing in respectful silence with eyes full of deep tears on one such occasion. Khusraw, as the boon-companion of the Prince, must have been moved more than others.

He fell in with the Persians as far as ceremonial ghazal-singing was concerned. His self-training has helped him imbibe their art. But the art of India was his own. According to it the Svara emanated from the core of the being and was best represented by human voice. Only he made the voice inculcate all their foreign mannerisms, the vocal art inherit all their strange embellishments, the Shakes, the trills, the Glides, the Swings, the Tahrir and the Zamzama- in short all the graces of the 'non-gamak' type. He made them all mix and move about with gamakas in their appropriation of varnas and alamkaran. An Indo-Iranian gayaki was thus born. Khsraw was one of the godfather with the almost sudden shift towards Sama music rather it may have been the other way round, viz ghazal invigorating Sama and thereby attaining new dimensions with new intents.

So far the traditional qaul in Arabic, to sustain its sanctified halo, with

an occasional rubay or lively extracts from qasidah, had to suffice. A melodic rendering of the lines running smoothly on somber rhythms could alone lend some colour to otherwise staccato proceedings. With the coming in of Alauddin Khilji and his enforcement of prohibition, in and around Delhi, on the one side, and on the other his personal indifference to a sweet tune or a line of well-strung words, effectively out-balanced by his devoutly bowing to the spiritual suzerainty of the Sultan-ul-Masha'ikh created conditions which sucked bloodless the Mahafil-i-Mai reminiscent of the days of Kaiqubad and Jalaluddin Khalji thereby bringing about a politico-cultural climate suited for an un-inhibited sublimation of Sama.

Khusraw was spiritually young by about 25 years in the service of the revered saint. In 698 AH (1298AD) he lost his mother and brother Qutlugh within a space of seven days. His grief was beyond words. Thus the joy of being a servant of his pir and the sorrow of separation from his dearest ones awakened his heart anew. His imagination was tinged all over and his ghazal was now a flame with love, Khusraw brought this ghazal to the precincts of Sama.

His ghazal was solemnized by the great Sheikh in an atmosphere super-charged with great expectation. We now find him composing with a changed fervour. The qaul is believed to be the Prophets's own, is therefore as old as Islam itself. But the musical setting of it though very much subsequent seems to be, in better part of it, a very early Sufi composition.

گشتہ ازاں قول گہ قوال راست   گفتہ گہی راست گہی نیم راست

The qawwal's art remained sometimes true to tradition and sometimes not so true to it, because it relished relying on the art of ساختن meaning manipulation a novel tune Khusraw reveled in this art, he says

"We can silk-stitch into one two tunes
Howsoever apart they might be"

To quote a single instance, it was this art of ساختن which gave him his Sazgiri, a hepta-tonic admixture of purya and the purbi folk tune. Incidentally it so much suited the occasion. The audience was intellectually much better

integrated. Moreever, most of them were sons of the soil and almost all were neo-converts to the creed of love. Thus new tunes, new words and a new art of song touched all the chords, and Khusraw knew how to do it , He sings with flowing rhythm.

کافرِ عشقم مسلمانی مرا درکار نیست

The word کافر excites some, but the word عشق ignites every heart. Khusraw is confessing for himself and for everyone assembled there:

"A love-worshipper` I am a Kafir,

Having nothing much to do with being a Musalmaan"

A classical Chishti Sama closed with a qalbanah. In between qual and qalbana Sama attained its ethereal heights on the wings of ghazal.

A qaul usually radiates Sufi mysticism. It is believed that Amir Khusraw of the durbar of Allauddin Khilji, devised the qual form the Arabic qavval song by using fast tempo, fiqrabandis types of ornamentation and elements of the structure of Hindusthani Pradhana.

A variety of devotional song of the Muslim. Qalba means heart and soul. Qalbana offers one's heart and soul to Allah.

Some examples of Sama:

मेरा जोबना नवेलरा भयो है गुलाल।
कैसे घर दीनी बकस मोरी माल।
निजामुद्दीन औलिया को कोई समझाय।
जों जों मनाऊँ वह तो रूसो ही जाय॥
मोरा जोबना···।
चूड़ियाँ फोड़ूँ पलंग पर डारूँ।
इस चोली को दूंगी मैं आग लगाय।
सूनी सेज डरावन लागै, बिरहा अगिन मोहें डस-डस जाय॥
मोरा जोबना···।

औलिया तेरे दामन लागी[1]।
पढ़ियो मेरे ललना[2]।
औलिया तेरे दामन लागी।
खाजा हसन को मैं मुजरे मिली[3]
खाजा कुतुबुद्दीन।
औलिया तेरे दामन लागी।

निज़ाम तोरी सूरत पै बलिहारी।
सब सखियन में चुन्दर मेरी मैली॥
देख हँसे नर-नारी
अब के बहार चूंदर मोरी रँग दे,
निज़ाम पिया रख ले लाज हमारी॥
निज़ाम तोरी सूरत पै बलिहारी,
सदका बाबा गंज शकर का
रख ले लाज लाज हमारी
मेरे घर निज़ाम पिया
निज़ाम तोरी सूरत की बलिहारी
कुतब फ़रीद मिलि आए बराती
ख़ुसरो राजदुलारी
निज़ाम पिया रख ले लाज हमारी॥

कुछ क़व्वालों को मैंने उपर्युक्त क़व्वाली को इस रूप में गाते भी सुना है—

निज़ाम तोरी सूरत की बलिहारी।
सदक़ा बाबा गंज शकर का, रख ले लाज हमारी।
निज़ाम तोरी सूरत की बलिहारी।
ऐ रँगीली धन भाग वाके, जिन पायूं निज़ाम प्यारा,
निज़ाम तोरी सूरत की बलिहारी।
हाथ न फैलाऊँ आगे किसी के,
मैंका तो आस निहारी। निज़ाम······
कोऊ सास कोऊ ननद से झगड़े
हमको आस तिहारी। निज़ाम······
कुतुब फ़रीद मिल आए बराती
ख़ुसरो राजदुलारी। निज़ाम······

छापा-तिलक तज दीन्हीं रे तोसे नैना मिला के।
प्रेम बटी का मदवा पिला के,
मतवारी कर दीन्हीं रे मों से नैना मिला के।
ख़ुसरो निज़ाम पै बलि-बलि जइए
मोहे सुहागन कीन्हीं रे मोंसे नैना मिला के

इसके भी कई रूपांतर मुझे मिले हैं।

बहुत दिन बीते,
पिया को देखे।
अरे कोई जाओ—
पिया को बुलाए लाओ।
मैं हारी वो जीते,
बहुत दिन बीते,
पिया को देखे।
बहुत दिन ०

सब चुनरिन में
चुनर मोरी मैली।
क्यों चुनरी नहीं रँगते ?
बहुत दिन बीते,
पिया को देखे।
बहुत दिन ०
ख़ुसरो निज़ाम के
बलि-बलि जइये।
क्यों दरस नहीं देते ?
बहुत दिन बीते,
पिया को देखे।
बहुत दिन ०

At the death time of Nizamuddin Aulia, Khusraw was at Lucknowti. When Khusraw heard that he went to Delhi and in the graveyard of Aulia he uttered a Doha and fell in senseless.

गोरी सोवे सेज पर मुख पर डारे केस।
चल 'ख़ुसरो' घर आपने रैन भई चहुं देस॥

It means Aulia lied down on the coffin. He passed away forever. Without Aulia everywhere had been dark and dense to him. Oh Khusraw now you also return your own abode. Everywhere he was telling in your Doha about the union with his Murshad Aulia and the lamentation for the separation with him. Such as:

खुसरो रैन सुहाग की जागी पी के संग ।
तन मेरो,मन पीऊ को दोऊ भए एक रंग ।।

सेज सूनी देख के रोऊँ दिन रैन ।
पिया-पिया कहती मैं पल भर सुख न चैन ।।

Some composition of Sama has been written in Farsi-Hindi mixed rhythm.

ज़े हाले मिसकीं मकुन तग़ाफ़ुल'
दुराय नैना बनाय बतियां
किताबे-हिजरां न दारम् ऐ जाँ'
न लेहु काहे लगाय छतियां
शबाने-हिजरां दराज चूं जुल्फ़ो—
रोज़े वसलत चूं उम्र कोताह,'
सखी पिया को जो मैं न देखूं,
तो कैसे काटूं अंधेरी रतियां

यकायक अज़दिल दो चश्म जादू
बसद फ़रेबाम बबुर्द तसकीं;'
किसे पड़ी है जो जा सुनावे,
पियारे पी को हमारी बतियां।
चु शमअ सोज़ां चु ज़र्रा हैरां
ज़े मेहर आं मेह बगश्तम् आख़िर'।
न नींद नैनां न अंग चैना,
न आप आवें न भेजें पतियां।
बहक्क रोज़े-विसाले दिलबर,
कि दाद मारा फ़रेब ख़ुसरो'।।
सो पीत मन की दुराय राखो
जो जान पाऊँ पिया की घतियां'।

Some Farsi composition has been dedicated to Aulia

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

I have become the body and you the soul. So that no one can differentiate hence forth you are different and I am the different.

There are several references found in 'Fawaid-ul-Fawad' written by Nizamuddin Chishti regarding Sama. There are several instances in Majlis no. 21, 35, 5, 17, 16, 39, 2 and so on. Some references are given below:

21 no. Majlis

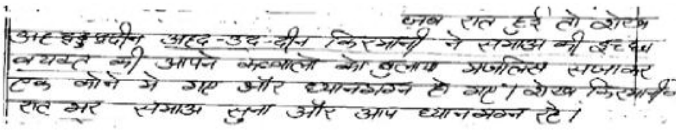
जब रात हुई तो शेख
[illegible] अहद-उद-दीन किरमानी ने समाअ की इच्छा
व्यक्त की आपने क़व्वालों को बुलाया मजलिस सजाकर
एक कोने मे गए और ध्यानमग्न हो गए। शेख किरमानी
रात भर समाअ सुना और आप ध्यानमग्न रहे।

35 no. Majlis

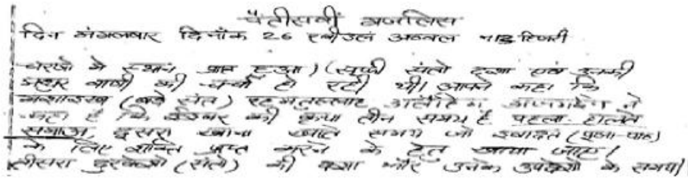
पैंतीसवीं मजलिस
दिन मंगलवार दिनांक 26 रबीउल अव्वल [illegible] हिजरी
[illegible] (सूफी संतो [illegible]
[illegible] थी। आपने कहा कि
[illegible] (बड़े संत) [illegible] ने
कहा है कि, [illegible] तीन समय है. पहला [illegible]
समाअ, दूसरा [illegible] (पूजा-पाठ)
के लिए [illegible] जाए।
तीसरा [illegible] (संतो) की [illegible] और उनके उपदेशों के समय।

REFERENCES:

o Musical genius of Amir Khusrau; Sarmadee Shahab

o Amir Khusrau; Bholanath Tiwari

o Amir Khusrau Our Unki Hindi Kavita; Dr. Shajawat Ali

o Sangeet Patrika (2013)

o Sufi elements in Khusrau's Poetry; Prof. Hafiz Md. Tahir Ali

o Khusrau, Tansen tatha anya kalkaar; Acharya Brihaspati & Sulochana Yayurvedi

☆☆☆